وسیم قضا

ابنِ صفی

ظفر الملک اور جیمسن بھی ڈاکٹر انگھم کی تلاش میں سرگرداں تھے۔

وجہ یہ تھی کہ کیپٹن فیاض، عمران کو ڈھونڈ نکالنے میں ناکام رہا تھا۔ لہٰذا چڑھ دوڑا، اُن دونوں پر۔ دھمکی دی کہ اگر انہوں نے اس کا پتہ نہ بتایا تو دونوں کو اس کیس میں نتھی کیے بغیر نہ رہے گا۔

مسز گوین اور اس کے تیس ساتھی کھل کر سامنے آ گئے تھے۔ نہ صرف سامنے آ گئے تھے بلکہ حکومت کے ذمہ داروں سے اپنے تحفظ کی درخواست بھی کر بیٹھے تھے۔

اب سوال یہ تھا کہ انہیں کس خانے میں فٹ کیا جائے، ہر چند کہ ان کے خلاف کوئی ایسا ثبوت نہیں مل سکا تھا جس کی بنا پر انہیں ملک دشمن قرار دیا جا سکتا لیکن پھر بھی وہ اس کیس میں فریق کی حیثیت رکھتے تھے۔ فریق بھی ایسے جنہوں نے چھپی ہوئی تنظیم سے متعلق حکومت کو باخبر کر دینے کے بجائے خود اس سے نپٹنے کی کوشش کی تھی۔ ظاہر ہے کہ قانون اس کی اجازت نہ دے سکتا تھا۔

بہرحال مقامی حکام بڑی دشواری میں پڑ گئے تھے . . .

ریناڈنیر کو کسی طرح بھی بولنے پر آمادہ نہ کیا جا سکا۔ وہ یہی کہتی۔ بنا ڈاکٹر انگھم کے علاوہ اور کسی کو نہیں جانتی تھی اور اب بھی نہیں جانتی کہ وہ کہاں ہو گا۔

عمران ہی کی ہدایت کے مطابق ظفر اور جیمسن نے فیاض کو یہ نہیں بتایا تھا کہ فوجی اتاشی ریناڈنیر ہی کے ہاتھوں مرا تھا۔ بہرحال اب یہ دونوں شہر میں دھکے کھاتے پھر رہے تھے۔

ایک پارک میں بیٹھ کر تھکن اتارتے ہوئے جیمسن نے کہا۔ ”اب کیوں نہ افلاطون صاحب کو تلاش کیا جائے۔“

”بکواس مت کرو۔ اگر عمران صاحب مناسب سمجھتے تو ہم اس وقت اپنے بیڈ روم میں آرام کر رہے ہوتے۔“

”یہیں کیا بُرے ہیں۔“ جیمسن نے ٹھنکتے انداز میں کہا۔

ظفر کچھ نہ بولا۔ کاندھے سے مینڈولین اتار کر اس کے تاروں کو چھیڑنے لگا۔

”اب کیا بھیڑ اکٹھا کیجیے گا؟“

”کیا برائی ہے زندہ دل لوگ مغربی طرز کا بھکاری سمجھ کر [illegible] دے جاتے ہیں۔ پچھلے ہفتے ایک شام ہم نے ستائیس روپے کمائے تھے۔“

”شٹ اپ یور مائی نس!... کیوں نہ ہم اپنی مراد کو تلاش کریں۔“

”بیکار... کیپٹن فیاض اسے پہلے ہی کھنگال چکا ہو گا۔“

”طریقِ کار میں فرق ہوتا ہے۔“

”تم چلنا چاہتے ہو؟“

”اُسے بھی آزما لیں... جان تو چھوٹے کسی طرح... آج کل میں کلیلہ و دمنہ پڑھ رہا ہوں... وقت ہی نہیں ملتا۔“

”تمہارا دماغ خراب ہو جائے گا۔“

”کلاسیکس، ہمارا قومی سرمایہ ہے یور مائی نس!“

”آپ ذرا اپنی قوم پر بھی تو روشنی ڈالیے۔“

”قوم بہرحال قوم ہوتی ہے، چاہے روشنی میں ہو... چاہے اندھیرے میں۔“

”اچھا بکواس بند... چلو اُٹھو!“

دونوں پارک سے نکل کر گاڑی میں بیٹھے۔ دفعتاً جیمسن بولا۔

”شاید ہمارا تعاقب کیا جا رہا ہے۔“

”کیسے معلوم ہوا؟“

”کسی سنسان سڑک پر نکل چلیے۔ میرے بیان کی تصدیق ہو جائے گی۔“

لیکن اُس کے بیان کی تصدیق نہ ہو سکی۔ وہ جدھر بھی جاتے متعدد گاڑیاں اپنے پیچھے دیکھتے۔

”کیا تم بہت زیادہ خائف ہو جیمسن؟“ ظفر الملک نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

”میرا خیال ہے کہ مجھ سے زیادہ آپ خائف ہیں۔“

”کیوں؟“

”میں عقب نما آئینے میں اُس لڑکی کو مسلسل دیکھے جا رہا ہوں جس پر مارے خوف کے آپ توجہ نہیں دے رہے۔“

”ہوں... کوئی لڑکی ہے کیا؟“

”آخر آپ کو یقین کیوں نہیں آتا کہ لڑکیاں آپ کا پیچھا کرتی ہیں؟“

”میں یہاں خود کو اس یقین دہانی کے قابل نہیں سمجھتا۔“

”واقعی! آپ یہاں آ کر بہت ڈرپوک ہو گئے ہیں۔“

”ایک بات میری سمجھ میں نہیں آتی، جب تمہیں لڑکیوں سے کوئی دلچسپی نہیں تو مجھے کیوں بور کرتے رہتے ہو؟“

”میں دوسروں کو محبت کرتے دیکھ کر خوش ہونے کے لیے پیدا ہوا ہوں۔“

ظفر نے گاڑی دوسری سڑک پر موڑتے ہوئے کہا۔

”دیکھنا کیا اب بھی ہمارے پیچھے آ رہی ہے؟“

”بالکل آ رہی ہے یور مائی نس!“

”غیر ملکی ہے؟“

"نہیں... ویسی ہی ہے... لیکن بلاؤز اور اسکرٹ میں معلوم ہوتی ہے۔"

"میں ٹپ ٹاپ میں گاڑی روکوں گا۔ تم اس پر نظر رکھو۔"

"لیکن ہم تو پتی مراد کے لیے روانہ ہوئے تھے؟"

"تمہیں خوش ہونے کا موقع دینا چاہتا ہوں... خواہ کیپٹن فیاض مجھے گولی ہی کیوں نہ مار دے۔"

کلب کی کمپاؤنڈ میں داخل ہو کر وہ گاڑی پارکنگ شیڈ کی طرف [illegible]

"آرہی ہے۔ سو فی صد... تھینک گاڈ!" جیمسن خوش ہو کر بولا۔ لڑکی کی گاڑی بھی پارکنگ شیڈ میں داخل ہوئی۔ چمپئی رنگ کی ایک خوش شکل لڑکی تھی۔

ظفر گاڑی سے اتر کر ہینڈ ویل ڈکی میں رکھ رہا تھا کہ وہ قریب آکر بولی۔ "اسے بھی ساتھ لے چلو۔"

جیمسن دانت نکال کر دوسری طرف دیکھنے لگا... اور ظفر نے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ اس سے قبل ہم کہیں نہیں ملے۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ کچھ دیر پہلے تم جہانگیر پارک میں ایک بڑا ہی خوب صورت نغمہ چھیڑے ہوئے تھے۔ اسی کے لیے تو میں تمہارے پیچھے آئی ہوں۔"

"شکریہ! میں اتنا اچھا نہیں بجاتا۔"

"بہت اچھا بجاتے ہو۔" لڑکی نے آنکھیں بند کر کے سسکی سی لی۔

"اچھی بات ہے۔ میں اسے ساتھ لے چل رہا ہوں۔"

"شکریہ! میرا نام لوسی ہے۔"

"میں ظفر... یہ جیمسن ہے۔"

"او کے، تو پھر کب تک یہاں کھڑے رہیں گے؟"

"چلیے!" ظفر ایک طرف ہٹتا ہوا بولا۔ "لیکن آپ ہال میں کس طرح سن سکیں گی؟"

"تو پھر پیچھے پارک میں چلیے۔"

سورج غروب ہو چکا تھا۔ دھندلکا پھیل رہا تھا... وہ عقبی پارک میں آئے۔ لڑکی نے ایک بینچ کی طرف اشارہ کیا لیکن ابھی بیٹھنے نہیں پائے تھے کہ عقب سے آواز آئی۔

"ہیلو...!"

وہ چونک کر مڑے۔ ایک قوی ہیکل نوجوان ان کی طرف بڑھا آ رہا تھا۔ نسلاً یوریشین معلوم ہوتا تھا۔

قریب پہنچ کر رک گیا اور ظفر کو گھورتا ہوا بولا۔ "تو وہ تم ہی ہو!"

"میں نہیں سمجھا۔" ظفر نے متحیرانہ پلکیں جھپکائیں لیکن جیمسن مرنے مارنے پر آمادہ نظر آنے لگا تھا۔

"تم ہی لوسی کو بہکا رہے ہو!" اجنبی غرایا۔

"تم چلے جاؤ یہاں سے!" لڑکی حلق پھاڑ کر چیخی۔ "میں تم سے نفرت کرتی ہوں۔"

"دیکھا! میں غلط تو نہیں کہہ رہا تھا!" اجنبی نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"لیکن ہم تو ابھی ملے ہیں۔" ظفر بولا۔

"بکواس... میں یقین نہیں کر سکتا۔"

"کیا تمہیں یقین دلا دوں؟" جیمسن نے آگے بڑھ کر کہا۔

"ٹھہرو!" ظفر ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "انہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔"

"میں غلط فہمی رفع کرنے کا ماہر ہوں۔"

"نہیں جھگڑا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ اپنی لوسی کو لے جائیں۔"

"تم بزدل ہو!" لڑکی نے ظفر کا گریبان پکڑ کر جھنجھوڑ ڈالا۔

"اب تم خوش کیوں نہیں ہو رہے؟" ظفر نے جیمسن سے کہا۔

"مجھے باور کرانے کی کوشش نہ کرو کہ تم اس کے لیے اجنبی ہو۔" اجنبی نے ظفر کو مخاطب کیا۔

"اچھی بات ہے۔ ہم بہت دنوں سے ایک دوسرے سے واقف ہیں۔"

لڑکی نے ظفر کا گریبان چھوڑ دیا۔

"تمہیں اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ میں تمہیں زندہ نہ چھوڑوں گا۔"

"اب ہوئی نا کوئی بات!" جیمسن نے ہنس کر کہا۔

دفعتاً لڑکی اجنبی پر ٹوٹ پڑی اور اس نے بوکھلا کر پیچھے ہٹنا چاہا لیکن جیمسن نے اسے ایسا نہ کرنے دیا۔ وہ اس کے پیچھے کھڑا ہو گیا تھا۔

لڑکی اس پر دو ہتھڑ چلاتی رہی۔

"لوسی... لوسی... ہوش میں آؤ۔"

"میں تمہیں مار ڈالوں گی۔ خبیث... سور... کتے...!"

وہ پاگلوں کی طرح چیختی اور اسے نوچتی کھسوٹتی رہی۔

جیمسن اپنی جگہ پر جم کر رہ گیا تھا۔ شاید اس نے تہیہ کر لیا تھا کہ اسے بھاگنے نہیں دے گا۔

لڑکی پر دیوانگی سی طاری ہو گئی تھی۔ اچانک وہ زمین

پر گر پڑی اور بے سدھ ہو گئی۔

اجنبی اسے جھنجھوڑ کر آوازیں دینے لگا لیکن اس نے آنکھیں نہ کھولیں۔ وہ سیدھا کھڑا ہو کر ہاتھ ملتا ہوا بے بسی سے بولا۔ "اب میں کیا کروں؟"

"ہم کیا جانیں؟" جیمسن نے بے پروائی سے شانوں کو جنبش دے کر کہا۔

"تم کوئی بھی ہو۔ خدارا اسے گھر تک پہنچانے میں میری مدد کرو۔" اجنبی نے بڑی لجاجت سے کہا۔ وہ زیادہ نروس نظر آنے لگا تھا۔

"ہرگز نہیں!" جیمسن اکڑ کر بولا۔ "بے ہوش لڑکیاں ہمارے لیے کوئی کشش نہیں رکھتیں۔"

"نہیں، ہم ان کی مدد کریں گے۔" ظفر نے آگے بڑھ کر کہا۔

"نہیں یور ہائی نس! یہ خود ہی اٹھائے اپنی لوسی کو!" جیمسن راہ میں حائل ہوتا ہوا بولا۔

"چلو ہٹو!" ظفر نے جیمسن کو دھکا دیا۔

"مجھے پہلے قتل کر دیجیے پھر اس لڑکی کو ہاتھ لگائیے گا۔"

جیمسن اڑ گیا۔

"یہ کیا بکواس ہے؟"

"داڑھی ضرور ہے میرے چہرے پر مگر اتنا زیادہ... باشعور بھی نہیں ہوں۔"

"تم آخر چاہتے کیا ہو؟"

"مناسب یہی ہے کہ ہم انہیں اسی حال میں چھوڑ کر چل دیں۔"

"کیا مطلب ہے؟"

جیمسن کچھ کہنے ہی والا تھا کہ لڑکی اٹھ کھڑی ہوئی... چند لمحے خاموشی سے انہیں گھورتی رہی پھر ظفر کا بازو پکڑ کر جھنجھوڑتی ہوئی بولی۔ "چلو میرے ساتھ... میں دیکھتی ہوں۔ کیا کر لیتا ہے؟"

اجنبی نے کچھ کہنے کے لیے ہونٹ کھولے لیکن پھر سختی سے بھینچ لیے۔

وہ ظفر کو کھینچے لیے جا رہی تھی۔

جیمسن اور اجنبی وہیں کھڑے رہے۔ دفعتاً جیمسن اس کے شانے پر ہاتھ مار کر ہنس پڑا۔

"میرا مذاق نہ اڑاؤ۔" اجنبی بھنا گیا۔

جیمسن اسے وہیں چھوڑ کر آگے بڑھ گیا اور ظفر کے قریب پہنچ کر بولا۔ "سوال تو یہ ہے کہ یہ گل گوتھنی و پیکر حسن اور نخوتی آپ کو کہاں لے جائے گی؟"

"اس بے ہودہ آدمی کو یہاں سے بھگا دو!" لوسی نے ظفر سے کہا۔

"بھاگ اے بے ہودہ آدمی!" ظفر جیمسن سے بولا۔

"عمرو عیار برا نہیں مانتا لیکن اے صاحب قران زماں خواہ آپ کتنا ہی بنیں، عورت آپ کی کمزوری ہے۔"

"بکواس مت کرو۔"

"یہ کون ہے؟" لڑکی نے ظفر سے پوچھا۔

"میرا ساتھی۔"

"بالکل رنجیدہ معلوم ہوتا ہے۔"

"اس کے باوجود میں ساتھ نہیں چھوڑوں گا۔" جیمسن بولا۔

"میں اپنے گھر میں اس کا داخلہ پسند نہیں کروں گی۔"

"تو پھر ہمارے گھر چلو۔" جیمسن نے ظفر کا دوسرا بازو پکڑ کر روکتے ہوئے کہا۔

"نہیں، میرے ہی گھر چلنا پڑے گا!" لڑکی جھلا کر بولی۔ "میں اس مردود کو سبق دینا چاہتی ہوں۔ دوستی کے یہ معنی تو نہیں ہوتے کہ میں اس کے باپ کی جاگیر ہو گئی ہوں۔"

"تم اسے ضرور سبق دو!" جیمسن نے ہنس کر کہا۔ "لیکن ہمیں اپنے مکتب میں داخل نہ کرو تو بہتر ہو گا۔"

"آخر یہ کیا بکواس کر رہا ہے؟" لڑکی ظفر کو جھنجھوڑ کر بولی۔

جیمسن نے مڑ کر دیکھا۔ اجنبی کا اب کہیں پتا نہ تھا... اس نے ٹھنڈی سانس لی اور بڑے ادب سے بولا۔ "یور ہائی نس! اس طرف آپ تشریف لے جائیے لیکن گاڑی میرے لیے چھوڑ دیجیے۔"

"میں اپنی گاڑی میں لے جاؤں گی۔" لڑکی نے جھلاہٹ میں پیر پٹخ کر کہا۔

"ضرور... ضرور..." جیمسن نے کہا اور دانت نکال کر دوسری طرف دیکھنے لگا۔

پھر یہی ہوا۔ ظفر لڑکی کی گاڑی میں جا بیٹھا اور جیمسن نے ظفر کی کار سنبھالی۔

*

عمران ڈاکٹر داور کی رہائش گاہ میں داخل ہوا۔ چونکہ میک اپ میں تھا اس لیے ڈاکٹر داور تک پہنچنے میں خاصی دشواری پیش آئی تھی۔

"فرمایئے! میں کیا خدمت کر سکتا ہوں؟" ڈاکٹر داور نے اُٹھتے ہوئے کہا۔

"اب اتنا انکسار بھی نہ برتیے کہ بعد میں پچھتانا پڑے۔"

"کیا مطلب؟" ڈاکٹر داور کا لہجہ ناخوش گوار تھا۔

"میں عمران ہوں۔"

"اوہ... بدمعاش..." ڈاکٹر داور نے بیٹھتے ہوئے طویل سانس لی۔ "یہ کیا حبشیوں کی سی شکل بنا رکھی ہے؟"

"نہ صرف ڈاکٹر انگھم بلکہ کیپٹن فیاض بھی میری تلاش میں ہے۔"

"اوہو... تو کیا انگھم والے معاملے سے تمہارا بھی تعلق ہے؟"

"نیلے ہاتھ کا طلسم میں نے ہی توڑا تھا۔"

"بہت اچھے... تم نے بہت اچھا کیا کہ یہاں چلے آئے... مجھے ابھی تک اس ہاتھ کے بارے میں تفصیلات کا علم نہیں ہو سکا۔"

عمران اُسے بتانے لگا کہ کس طرح اُس نے مسز گوہن کے گلوبند پر تجربہ کیا تھا اور اس نتیجے پر پہنچا تھا کہ وہ ہاتھ ایک برقی نظام کے تحت کارآمد ہوتا ہے۔

"فوراً ہی دُور کی کوڑی لاتے ہو۔ اس کا میں عرصے سے قائل ہوں۔" ڈاکٹر داور مسکرائے پھر فوراً ہی سنجیدہ ہو کر بولے۔ "چلو میرے آپریشن رُوم میں... میں تمہیں ایسا آپریٹس دکھاؤں گا جس میں سو میل کے اندر کی کوئی لاسلکی تحریک خواہ کسی ویو پر ہوئی ہو فوراً ڈیٹیکٹ ہو جاتی ہے۔"

وہ عمران کو آپریشن رُوم میں لائے اور ایک جانب بڑھتے ہوئے بولے۔ "یہاں جتنی فریکوئنسیز پر لاسلکی تحریکات ہوتی ہیں، اسی آپریٹس کی وجہ سے میرے علم میں آجاتی ہیں لیکن ادھر کچھ دنوں سے ایک ایسی فریکوئنسی پر لاسلکی تحریکات نظر آتی رہی ہیں، جو کم از کم... اس شہر میں تو کبھی استعمال نہیں کی گئی۔"

ڈاکٹر داور نے ایک سوئچ آن کیا اور آپریٹس کے متعدد ڈائل روشن ہو گئے۔

"یہ میڈیم ویو سیکشن ہے۔ یہ شارٹ ون سیکشن... یہ شارٹ ٹو... یہ شارٹ تھری... اور یہ مائیکرو ویو سیکشن ہے... دراصل وہ ایکٹیویٹی مائیکرو ویو ہی پر نظر آئی تھی۔ اب دیکھو میں تمہیں بتاتا ہوں۔ فرض کرو میڈیم ویو پر اس وقت ہمارا ریڈیو اسٹیشن کمرشل سروس نشر کر رہا ہے۔ یہاں سے ریڈیو اسٹیشن کا کتنا فاصلہ ہو گا؟"

"بارہ تیرہ میل۔" عمران نے جواب دیا۔

"سمت...؟"

"غالباً مشرق۔"

"ہوں! اب تم بالکل صحیح فاصلہ اور سمت معلوم کرو گے۔" ڈاکٹر داور نے دوسرا سوئچ آن کرتے ہوئے کہا۔ "اس ڈائل پر فاصلہ دیکھو!"

"گیارہ میل۔" عمران بڑبڑایا۔

"اور اس ڈائل پر سمت دیکھو۔"

"جنوب مشرق۔" عمران نے طویل سانس لی۔

"اس میں سرمو فرق نہ پاؤ گے۔" ڈاکٹر داور نے دونوں سوئچ آف کرتے ہوئے کہا۔ "مائیکرو ویو پر کسی قسم کی تحریک یہاں کے لیے بالکل نئی چیز تھی۔ اس لیے میرے ایک اسسٹنٹ نے اس کا باقاعدہ ریکارڈ رکھا ہے۔ میں تمہیں وہ بھی دکھاؤں گا۔"

ڈاکٹر داور عمران کو پھر اپنے آفس میں واپس لائے اور اُس اسسٹنٹ کو طلب کیا، جس کا ذکر آپریشن رُوم میں کر چکے تھے۔

اُس سے مائیکرو ویو ایکٹیویٹی کے بارے میں سوال کیا۔

"یہاں سے فاصلہ ساٹھ میل تھا۔" اسسٹنٹ نے جواب دیا۔ "اور سمت شمال مغرب۔"

اسسٹنٹ کے چلے جانے کے بعد عمران بولا۔ "سمت اور فاصلہ بالکل دُرست معلوم ہوتے ہیں۔ مٹی پہ بیز زفارمز کی پوزیشن یہی ہے لیکن ڈاکٹر صاحب ہمیں ڈاکٹر انگھم کی عمارات میں کوئی ایسی جگہ نہیں مل سکی جس پر کنٹرول رُوم کا اطلاق ہو سکتا۔"

"انہی اطراف میں کہیں اور تلاش کرو۔"

"تلاش جاری ہے لیکن اب آپ کو یہ تکلیف کرنی پڑے گی کہ مائیکرو ویو سیکشن ہر وقت دیکھا جاتا رہے۔"

"یقیناً... یقیناً... تم بالکل بے فکر رہو۔" ڈاکٹر داور سر ہلا کر بولے۔

"کیا یہ ممکن ہے کہ اُس ہاتھ کی نقل و حرکت کے بارے میں بھی کچھ معلوم ہو سکے؟"

"نہیں! صرف اُس کے مستقر کا یہاں سے فاصلہ اور سمت ہی معلوم ہو سکے گی۔ وہ بھی اگر سو میل کے اندر واقع ہو۔"

عمران کسی سوچ میں پڑ گیا۔

ڈاکٹر داور بولے۔ "اگر وہ کوئی صیہونی تنظیم ہے تو اُس کا قلع قمع ہونا ضروری ہے۔ یوں تو دُنیا کا ایک بہت بڑا حصہ اس وقت صیہونی گرفت میں ہے لیکن پھر بھی ہم سے جتنا کچھ ہو سکے اُس کے خلاف ضرور کریں۔"

عمران کچھ نہ بولا۔

ڈاکٹر داور کی تجربہ گاہ سے نکلا تو دھندلکا پھیل چکا تھا۔ گاڑی میں بیٹھنے ہی والا تھا کہ جیبی ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا۔

"ہیلو... ہیلو... صفدر اسپیکنگ!"

"ہیلو... اٹ از آئی!"

"ایک لڑکی ظفر سے مل بیٹھی ہے۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔ "وہ اُسے کہیں لے جا رہی ہے اپنی گاڑی میں۔ جیمسن تنہا اُن کا تعاقب کر رہا ہے۔ اس وقت ہم برٹیو روڈ پر ہیں۔ اوور!"

"تعاقب جاری رکھو اور مجھے مطلع کرتے رہو... اوور!"

عمران نے ٹرانسمیٹر جیب میں ڈال کر گاڑی اسٹارٹ کی اور تجربہ گاہ کا پورا چکر لگا کر سڑک پر ہو گیا۔

کچھ دُور چلنے کے بعد صفدر نے پھر رابطہ قائم کیا تھا اور اُسے بتاتا رہا تھا کہ اب وہ کن راستوں سے گزر رہے ہیں۔

بالآخر عمران شہر پہنچ گیا۔

⁂

لڑکی نے گاڑی ایک عمارت کے سامنے روک دی اور ظفر سے بولی۔ "چلو اُترو، مگر تمہارا وہ ریچھ ساتھی باہر ہی... ٹھہرے گا۔"

جیمسن نے گاڑی قریب ہی روکی تھی۔ وہ دونوں اُترے تو اُس نے بھی سیٹ سے چھلانگ لگائی۔

"تم یہیں ٹھہرو۔" ظفر نے اُس سے کہا۔

"کیا آپ سو رہے ہیں یور ہائی نس؟"

"فکر مت کرو۔"

جیمسن نے اُسے غصیلی نظروں سے دیکھا تھا لیکن پھر کچھ نہیں بولا تھا۔

ظفر لڑکی کے ساتھ عمارت میں داخل ہوا۔ ذی حیثیت لوگوں کی رہائش گاہ معلوم ہوتی تھی۔

"تمہارا ساتھی یور ہائی نس کیوں کہتا ہے؟" لڑکی نے ظفر سے پوچھا۔

"اس لیے کہ میں نواب زادہ ہوں۔"

"کہاں کے نواب زادے ہو؟"

"بیکار نگری ہماری ریاست کا نام ہے، کیوں؟"

"جانتے ہو میں یہاں تمہیں کیوں لائی ہوں؟"

"جانتا ہوں۔"

"کیا جانتے ہو؟"

"بور کرو گی۔"

"نہیں تل کر کھاؤں گی۔" وہ مسکرائی۔

"کھا چکو جلدی سے تاکہ میں دوسرا کام دیکھوں۔"

"میں محض اُس کی ضد میں لائی ہوں۔ چلو بجاؤ مینڈولین!"

"وہ کون تھا؟"

"ایک احمق... مجھے ایسے لوگ ذرا پسند نہیں کہ اُن سے اخلاق سے پیش آؤ تو فوراً غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔"

"اور جسے پسند کر لیتی ہو اُسے تل کر کھا جاتی ہو۔"

لڑکی ہنس کر بولی۔ "دلچسپ آدمی معلوم ہوتے ہو۔"

"بے حد دلچسپ... اب اجازت دو۔"

"مینڈولین سناؤ۔ سچ مچ تھوڑا ہی تل کر کھاؤں گی۔"

ظفر نے طویل سانس لے کر کاندھے سے مینڈولین اُتارا اور ایک دُھن چھیڑ دی۔ وہ اُس سے دو فٹ کے فاصلے پر کھڑی تھرک رہی تھی۔

دفعتہً کوئی ٹھنڈی سی چیز ظفر کی گردن سے آلگی۔

اُس کا ہاتھ رُک گیا۔

پُشت سے آواز آئی۔ "مینڈولین رکھ کر اپنے ہاتھ اُوپر اُٹھاؤ!"

ظفر نے چپ چاپ تعمیل کی۔ لڑکی سامنے کھڑی اُسے گھورے جا رہی تھی۔ بولنے والا بڑی پھرتی سے سامنے آگیا۔

اُس کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ یہ وہی آدمی تھا جس سے ٹپ ٹاپ کے عقبی پارک میں لڑکی کا جھگڑا ہوا تھا۔

"یقین کرو میرے دوست!" ظفر ہاتھ اُٹھاتے ہوئے نرم لہجے میں بولا۔ "ہم دونوں آج ہی ملے ہیں۔"

"تم اسے لے جاؤ، مجھے تو عمران کا پتا چاہیے!" اجنبی مسکرا کر بولا اور ظفر نے طویل سانس لی۔

لڑکی اب اُس کے برابر کھڑی تھی۔ اُس نے اجنبی سے کہا۔

"اس کا ساتھی باہر موجود ہے۔"

"اُس کا بھی کام تمام ہو گیا ہے۔" اجنبی بولا۔

"وہ سب کچھ ہو گیا ہو گا۔" ظفر نے بے پروائی سے کہا۔

"لیکن میں نہیں جانتا کہ عمران کہاں ہے؟"

"بڑی صفائی سے قتل کر دیے جاؤ گے۔"

"میں واقعی بڑی دُشواری میں پڑ گیا ہوں۔" ظفر ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"سمجھ دار معلوم ہوتے ہو۔"

"لیکن کیا فائدہ، اگر سفاکی سے قتل نہ کرو گے تو پولیس لے گی۔"

"کیا مطلب؟"

"پولیس بھی مجھ پر دباؤ ڈال رہی ہے کہ عمران کو تلاش کرو، ورنہ میں بھی ڈاکٹر اینگلم والے کیس میں پھانس دیا جاؤں گا۔"

"تم جھوٹے ہو۔"

"تو پھر مجھے قتل کر دو تاکہ گرفتاری سے بچ سکوں۔"

"یہ فشنڈو چاہتا ہے۔" لڑکی بول پڑی۔

"تمہارا بھی جواب نہیں ہے۔" ظفر بائیں آنکھ دبا کر مسکرایا۔ "ابھی مجھ سے منتیں سن رہی تھیں اور اب پھر اسی کی طرفدار بن گئیں۔"

"تم اس کے ہاتھ پشت پر باندھ دو۔" اجنبی نے لڑکی سے کہا۔

وہ کمرے سے چلی گئی اور اجنبی نے ظفر سے پوچھا۔ "کیا تمہارا تعلق پولیس سے نہیں ہے؟"

"ہرگز نہیں، قصور صرف اتنا ہے کہ عمران سے میری جان پہچان ہے۔"

"عمران کیا کرتا ہے؟"

"بلیک میلنگ، کبھی پولیس افسروں پر ہاتھ صاف کرتا ہے اور کبھی مجرموں کو بلیک میل کرتا ہے۔"

"اور تم اس کے اس بزنس میں حصے دار ہو۔"

"یہ غلط ہے۔"

"پھر تم اس معاملے میں کیوں آکودے تھے؟"

"مجھے صرف ہپی مراد کی تلاش تھی۔"

"کیا عمران ہمارے لیے کام کرنا پسند کرے گا؟"

"میں اس کا جواب کیوں کر دے سکتا ہوں۔"

اتنے میں لڑکی واپس آگئی۔ اس کے ہاتھ میں ریشم کی ڈور کا لچھا تھا۔

اجنبی نے ظفر کو ہاتھ پیچھے لے جانے کا حکم دیا۔ ظفر نے ہاتھ گرائے اور انہیں پشت پر لے جا کر لڑکی کے قریب پہنچنے کا منتظر رہا۔

اچانک اجنبی نے لڑکی سے کہا۔ "ٹھہرو!.... تم ریوالور سنبھالو میں باندھتا ہوں۔ اگر یہ کوئی حرکت کرے تو فائر کر دینا۔"

پھر اس نے جیب سے سائلنسر نکال کر ریوالور کی نال پر فٹ کیا اور اسے لڑکی کے حوالے کرتا ہوا ظفر کی طرف مڑا.... لیکن لڑکی ابھی ریوالور کو اچھی طرح سنبھال بھی نہیں سکی تھی کہ ظفر نے اجنبی پر چھلانگ لگا دی۔ دونوں گتھے ہوئے فرش پر آئے۔

حریف خاصا طاقت ور ثابت ہوا تھا۔ ظفر کو دانتوں پسینہ آگیا۔

ادھر لڑکی کا یہ حال تھا کہ چاروں طرف ناچ ناچ کر ظفر پر فائر کر دینے کا موقع تلاش کر رہی تھی۔

ظفر نے حواس بحال رکھے تھے۔ اچھی طرح جانتا تھا کہ اگر حریف کو اپنی آڑ نہ بنا سکا تو وہ بے دریغ فائر کر دے گی۔ لہٰذا فی الحال اسے زیر کرنے کی کوشش کی بجائے اپنے بچاؤ کا ذریعہ بنائے رکھنے پر مجبور تھا۔

دفعتاً "ٹھک" کی آواز کے ساتھ ہی اس نے اپنے حریف کی کراہ سنی، اس کی گرفت بھی ڈھیلی پڑ گئی تھی۔

اس نے اسے دوسری طرف دھکا دے کر لڑکی پر چھلانگ لگائی۔ شاید اسے بھی اپنی غلطی کا احساس ہو گیا تھا۔ لہٰذا نروس ہو گئی تھی، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ریوالور اس کے ہاتھ سے نکل کر دور جا گرا اور وہ خود اب ظفر کی گرفت میں تھی۔

اجنبی تڑپ تڑپ کر سرد ہو چکا تھا۔ گولی اس کے بائیں پہلو پر لگ کر شاید دل کو چیر گئی تھی۔

"مجھے چھوڑ دو.... مجھے چھوڑ دو۔" لڑکی سسکیاں لیتی ہوئی بولی۔

"تم نے اسے مار ڈالا۔"

"غ.... غلطی.... اب کیا ہوگا؟"

"اگر اس کی جگہ میں پڑا ہوتا.... تو کیا ہوتا؟"

"خدا کے لیے مجھے بچاؤ۔" وہ ظفر سے چمٹ کر رو پڑی۔

"اچھا تو پھر یہاں سے نکل بھاگو۔"

"بب.... باہر دوسرے لوگ موجود ہوں گے۔"

"کون لوگ؟"

"اس کے ساتھی۔" لڑکی لاش کی طرف دیکھ کر بولی۔ وہ اب بھی روئے جا رہی تھی۔

"کیا عمارت کی پشت پر کوئی راستہ نہیں ہے؟"

"کچھ لوگ ادھر بھی موجود ہوں گے کیونکہ تمہیں ادھر ہی سے لے جایا جاتا۔"

"اچھی بات ہے تو سارے دروازے اور کھڑکیاں

اندر سے بند کر لو۔"

"میں اب اس کمرے میں نہیں رکنا چاہتی۔"

*

عمران نے سڑک کی دوسری جانب گاڑی پارک کی.... اور عمارت کی طرف دیکھنے لگا۔ کسی بھی کھڑکی میں روشنی نہیں تھی۔

دفعتاً ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا۔

پھر صفدر ہی کی آواز تھی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "وہ لوگ جیمسن کو بے ہوش کر کے کہیں لے جا رہے ہیں۔ میں اس وقت کنگ اسٹریٹ پر ہوں۔"

"یہاں عمارت تاریک پڑی ہے.... اوور۔" عمران نے کہا۔

"وہ ظفر کو اندر لے گئی ہے.... اوور۔"

"خیر.... میں دیکھوں گا۔ تم تعاقب جاری رکھو.... اوور۔"

وہ سوچ رہا تھا کہ اب عمارت کی پشت پر چلنا چاہیے۔ گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا اور عمارت سے تھوڑے فاصلے پر پہنچ کر انجن بند کر دیا۔

گاڑی سے اتر کر پیدل اس عمارت کی پشت پر پہنچا۔ ادھر تاریکی تھی لیکن وہ عمارت کے عقبی دروازے کے قریب کچھ لوگوں کی آوازیں سن رہا تھا۔

دیوار سے لگ کر آہستہ آہستہ آوازوں کی طرف بڑھتا رہا۔

"بہت دیر ہو گئی۔" ایک آواز آئی۔

"کچھ گڑبڑ تو نہیں ہو گئی۔" دوسری آواز۔

"دروازہ پیٹو۔" تیسری آواز۔

عمران ان سے زیادہ دور نہیں تھا۔ اس نے دروازہ پیٹنے کی آواز بھی سنی۔

"یقیناً کوئی گڑبڑ ہے۔" کسی نے کہا۔

"تو پھر اب کیا کرنا چاہیے؟"

"میرے خیال میں دروازہ کھولنے کی کوشش کرو۔"

عمران نے ٹرانسمیٹر کے سگنل والا سوئچ آف کر دیا ورنہ سناٹے میں اس کی آواز ان لوگوں تک ضرور پہنچتی اور وہ چوکنے ہو جاتے۔

اب وہ کچھ اس قسم کی آوازیں سن رہا تھا جیسے وہ.... دروازہ توڑ دینے کے لیے زور لگا رہے ہوں۔

"بہت مضبوط ہے۔" کوئی بولا۔

"پھر بتاؤ کیا کریں؟"

"انتظار.... خواہ صبح ہو جائے اور ہمیں اسی طرف ٹھہرنا ہے۔"

"کیا یہ ضروری ہے؟"

"ہاں! ہمیں سڑک کی طرف جانے کا حکم نہیں ملا۔"

"اچھا تو پھر بیٹھو ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر۔"

"کچھ بھی ہو۔"

عمران نے سر کو خفیف سی جنبش دی اور واپسی کے لیے کھسکنے لگا۔ سڑک کی طرف اسے پہلے بھی کوئی نظر نہیں آیا تھا۔ اب وہ سوچ رہا تھا کہ اسی طرف سے عمارت میں داخل ہونے کی کوئی راہ نکالنی چاہیے۔

صدر دروازہ بند تھا۔ کھڑکیاں بھی ایسی نہیں تھیں کہ شیشے توڑ کر کام چلایا جا سکتا کیونکہ ان میں لوہے کی جالیاں لگی ہوئی تھیں۔

دفعتاً اسے صدر دروازے کے پیچھے کسی کی آواز سنائی دی۔ شاید قفل میں کنجی گھمائی گئی تھی۔

عمران ایک طرف دیوار سے لگ کر کھڑا ہو گیا۔ دروازہ تھوڑا سا کھلا اور کوئی باہر جھانکنے لگا۔

اتنا ہی کافی تھا۔ عمران دروازے پر پل پڑا.... اور پھر وہ دروازہ بند نہ کیا جا سکا۔

دروازے کی دوسری جانب والا آدمی راہداری میں دور جا گرا تھا۔

عمران نے اندر داخل ہو کر دروازہ بند کیا.... اور پھر اپنے شکار کی طرف متوجہ ہوا تو اسے خود پر حملے کے لیے تیار پایا.... یہ ظفرالملک تھا۔

"بس.... بس....!" عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "مزید تیر چلانے کی ضرورت نہیں۔"

"خدایا!" ظفر متحیر رہ گیا۔ "یہ آپ ہیں؟"

"آپ کیا فرما رہے ہیں یہاں؟"

ظفر جلدی جلدی اسے اپنی کہانی سنا کر بولا۔ "میں نے لڑکی کو ایک کمرے میں بند کر دیا ہے۔"

"اور پچھواڑے وہ لوگ انتظار کر کے بور ہوتے جا رہے ہیں۔ چلو مجھے لاش دکھاؤ۔"

ظفر اسے لاش والے کمرے میں لایا۔ عمران پُرتشویش نظروں سے اسے دیکھتا رہا۔

"اسکیم یہ تھی۔" ظفر بولا۔ "مجھ سے آپ کا پتا پوچھا جاتا

نہ جانے پر بے ہوش کر کے کہیں اور پہنچا دیا جاتا۔ اس کام کے لیے ایک بہت بڑا تھیلا بھی یہاں موجود ہے۔"

"اور آپ ایسے عقل کے دشمن ہیں کہ ان آسانیوں کے باوجود بھی ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے ہیں۔"

"میں کیا کرتا؟"

"لڑکی کے عوض خود کمرے میں بند ہو کر بیٹھ رہتے۔"

"بتائیے نا کیا کرتا؟"

"لڑکی اب ان لوگوں میں جانے پر رضامند نہیں۔ اس سے بہتر موقع اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ لاش کو تھیلے میں بھرتے اور کھینچ کر عقبی دروازے تک لے جاتے لڑکی کو... دروازے کے قریب چھوڑ کر خود اندر چلے جاتے... لڑکی تھیلا اُن لوگوں کے حوالے کر کے کہتی اسے لے جاؤ ہم دونوں بعد میں آئیں گے۔"

"اُستاد پھر اُستاد ہے۔" ظفر خوش ہو کر بولا۔

"چاپلوسی نہیں، چلو کام کرو۔ ابھی تو یہ دیکھنا ہے کہ خون تھیلے کے اُوپر نہ پھوٹنے پائے... خیر تھیلا لاؤ... میں لاش کا انتظام کرتا ہوں اور تم لڑکی کو اس کام پر آمادہ کرو۔" عمران نے کہا۔

ظفر کمرے سے چلا گیا۔ عمران لاش کا خون صاف کرنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد وہ اُسے تھیلے میں ٹھونس رہے تھے۔

"لڑکی آمادہ ہو گئی۔" ظفر بولا۔ "تجویز اُسے پسند آئی ہے۔ یہ ضروری نہیں تھا، میرے ساتھ وہ دونوں بھی جاتے۔"

"ٹھیک ہے۔" عمران سر ہلا کر بولا۔ "میرا کام ختم اب تو چلا۔ تم لڑکی کو سائیکو مینشن پہنچا دینا... اور خود بھی رات بھر وہیں قیام کرنا۔ واپسی پر بتاؤں گا کہ تمہیں کیا کرنا ہے۔ وہ لوگ جیمسن کو لے گئے ہیں اُسے بھی دیکھنا ہے۔"

"نہیں...!" ظفر چونک پڑا۔

"وہ تم سے زیادہ بڑا گدھا ہے... اچھا ٹاٹا...!" وہ صدر دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

* * *

جیمسن کو ہوش آیا تو اُس نے خود کو ایک ستون سے بندھا ہوا کھڑا پایا اور اس طرح پلکیں جھپکائیں جیسے خواب دیکھ رہا ہو۔

"کیا کوئی کلاسیکل حرکت ہو گئی ہے؟" وہ آہستہ سے بڑبڑا کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔

کسی عمارت کے اندرونی برآمدے کا ستون تھا۔ صحن کے آگے چہار دیواری تھی اور وہاں ایک زیادہ قوت کا بلب روشن تھا۔

"یا مظہر العجائب میں تو... وہاں تھا... گاڑی!" وہ پھر بڑبڑایا۔ "کہیں میں خواب میں طلسم ہوشربا تو نہیں دیکھ رہا۔"

لیکن جلد ہی یہ طلسم بھی ٹوٹ گیا۔ دو آدمی بائیں جانب والے دروازے سے برآمدے میں داخل ہوئے۔

"عمران کہاں ہے؟" ایک نے اُسے مخاطب کیا۔

"مجھے اپنے ہی بارے میں کچھ نہیں معلوم ہے عمران کے متعلق کیا بتا سکوں گا۔"

"ہڈیاں توڑ دی جائیں گی۔"

"کس کی؟"

"تمہاری...!"

"خیر... میں سمجھا تھا عمران کی... مجھے یونہی بندھا رہنے دو لیکن میرے ہاتھ آزاد کر کے اُن میں کوئی کتاب تھما دو، پھر میں تم سے کچھ نہیں پوچھوں گا۔"

دوسرے نے آگے بڑھ کر اس کے منہ پر اُلٹا ہاتھ مارا۔

"سبق سُنے بغیر ہی؟" جیمسن نے بڑے سکون سے اعتراض کرتے ہوئے کہا۔

"شٹ اپ!"

"یار انگریزی میں بات کرو یا اُردو میں... سخت جاہل معلوم ہوتے ہو!"

ایک ہاتھ پھر پڑا اور ساتھ ہی کہا گیا۔ "عنقریب تمہارا ساتھی پہنچنے والا ہے۔"

"یہ بڑی اچھی بات ہے۔" جیمسن کے لہجے میں سکون بدستور قائم رہا۔

"کیا خیال ہے، وہ عمران کے ٹھکانے سے واقف ہوگا؟"

"ہونا تو چاہیے۔" جیمسن نے جواب دیا۔

دفعتاً تین آدمی ایک بڑا تھیلا اُٹھائے بائیں جانب کے دروازے سے اندر داخل ہوئے۔

تھیلا فرش پر رکھ دیا گیا۔

"اسے بھی تھیلے سے نکال کر برابر والے ستون سے باندھ دو۔" ایک آدمی بولا۔

لیکن تھیلے کا منہ کھلتے ہی جیمسن پر تشدد کرنے والے دونوں آدمی بُری طرح بوکھلا گئے۔

جیمسن نے بھی اُسے دیکھا۔ یہ تو وہی تھا جس نے لوسی کے سلسلے میں اُن سے جھگڑا کیا تھا لیکن اب زندہ نہیں معلوم ہوتا تھا۔

لاش تھیلے سے نکالی گئی۔

تھیلا لانے والے بھی بدحواس نظر آنے لگے تھے۔

"یہ تو... باس ہے!" اُن میں سے ایک کی زبان سے بمشکل نکلا۔

اچانک کوئی دیوار پر سے صحن میں کودا اور وہ سب اُچھل پڑے۔ کودنے والے کے ہاتھ میں اعشاریہ چار پانچ کا ریوالور تھا۔

وہ اُنہیں کور کرتا ہوا بولا۔ "اسے کھول دو... اور بقیہ لوگ اپنے ہاتھ اُٹھائے رہیں۔"

جیمسن آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس خدائی فوجدار کو دیکھ رہا تھا لیکن یاد نہ آسکا کہ پہلے بھی کہیں دیکھا ہو۔

"یہ بھی کلاسیکل ہی ہوئی ہے۔" وہ اس وقت بڑبڑایا۔ جب ایک آدمی اُسے ستون سے کھول رہا تھا۔

جیمسن کے آزاد ہوتے ہی نووارد نے اس سے کہا۔ "اب تم اسی رسی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کرو... اور اُن سب کے ہاتھ پُشت پر باندھ دو!"

اس کام میں پندرہ بیس منٹ صرف ہوئے تھے... اس کے بعد جیمسن نے نووارد سے پوچھا۔ "مجھے کس طرح لے چلو گے؟"

"گدھے کی پُشت سے باندھ کر!" جواب ملا۔ اس بار جیمسن نے عمران کی آواز پہچان لی تھی۔

"واقعی کلاسیکل۔" وہ دانت نکال کر بولا۔

"باہر تمہاری گاڑی موجود ہے۔ رفوچکر ہو جاؤ۔"

"کلوکیٹل لینگویج بولتے ہیں آپ... سبحان اللہ۔"

"لینگویج کے بچے اب کھسکو... نخرہ نہیں... میں جا رہا ہوں۔"

"کیا بات ہوئی جناب عالی؟"

"ایک منٹ ٹھہرو!... میں ابھی آیا۔"

وہ چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد واپس آیا... اور قیدیوں سے ڈاکٹر النگھم کے بارے میں پوچھنے لگا۔

"ہم کسی ڈاکٹر النگھم کو نہیں جانتے!" ایک آدمی نے کہا اور لاش کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "ہم تو فلپ صاحب کے ملازم تھے اور انہیں عمران نامی کسی آدمی کی تلاش تھی۔"

"کیا یہ یہیں رہتا تھا؟"

"جی نہیں... اُن کی کوٹھی عالمگیر روڈ پر ہے اور ریگل لاج کہلاتی ہے۔"

"لوسی سے اس کا کیا رشتہ ہے؟"

"ہم نہیں جانتے۔"

وہ جیمسن کو ایک طرف لے جا کر بولا۔ "اب تم چلتے پھرتے نظر آؤ۔ میں نے اس مالِ غنیمت کے لیے کیپٹن فیاض کو فون کر دیا ہے۔"

"یہ تو اچھا نہیں کیا آپ نے جناب عالی!" جیمسن نے پُر تشویش لہجے میں کہا۔

"کیوں؟"

"اب ہم پر اُن کا دباؤ بڑھ جائے گا۔ دراصل ہم دونوں آپ ہی کو تلاش کرتے پھر رہے تھے۔ کپتان صاحب نے فرمایا تھا کہ اگر ہم نے آپ کو نہ ڈھونڈ نکالا تو ہم بھی اس کیس میں نتھی کر دیے جائیں گے۔"

"نتھی ہو جانا۔" عمران نے بے پروائی سے کہا۔

"یعنی کہ ہم دونوں جیل چلے جائیں گے۔"

"کیا فرق پڑتا ہے۔ اب دفع ہو جاؤ۔ میں نہیں چاہتا فیاض تمہارے نکل جانے سے پہلے یہاں پہنچے۔"

"او کے سر!" جیمسن پیشانی کو ہاتھ لگا کر وہاں سے نکل بھاگا تھا۔

گاڑی موجود تھی، پھر بھاگا ہے تو مڑ کر دیکھنے کی بھی... زحمت گوارا نہیں کی لیکن اب وہ گھر نہیں جانا چاہتا تھا۔ جلدی میں عمران سے ظفر کے بارے میں بھی کچھ نہیں پوچھ سکا تھا۔ اس سے متعلق اُسے تشویش تھی۔

پھر گاڑی ایک جگہ ایک حجام کی دکان کے سامنے رکی اور داڑھی مونچھوں کی صفائی کا منصوبہ بنا کر دکان میں داخل ہو گیا۔

⁂

کیپٹن فیاض تنہا ہی روانہ ہوا تھا کیونکہ عمران نے فون پر اُس سے صرف اتنا کہا تھا کہ وہ فلاں مقام پر موجود ہے اور اُس سے ملنا چاہتا ہے۔ فیاض نے بتائی ہوئی جگہ پر پہنچ کر گاڑی روکی۔ مکان کا دروازہ کھلا ہوا ملا تھا۔ اندر داخل ہوا۔ کمرے روشن تھے لیکن کہیں بھی کوئی دکھائی نہ دیا۔ کمروں سے نکل کر

بیرونی برآمدے میں پہنچا۔

چھ آدمی فرش پر پڑے نظر آئے لیکن اُن میں ایک لاش بھی تو تھی کسی سفید فام غیر ملکی کی لاش۔ پانچ آدمی دیسی تھے، جن کے ہاتھ پُشت پر بندھے ہوئے تھے۔

"اس کو کس نے قتل کیا ہے؟" کچھ دیر بعد اُس نے سوال کیا تھا۔

"ہم نہیں جانتے" جواب ملا۔

"یہ کون ہے؟"

"فلپ صاحب!"

فیاض کسی سوچ میں پڑ گیا پھر انہیں وہیں چھوڑ کر اس کمرے میں آیا جہاں فون رکھا تھا۔

اُس علاقے کے تھانے کے نمبر ڈائل کیے اور انچارج کو جمعیت کے ساتھ وہاں پہنچنے کی ہدایت دی۔

واپسی پر اس نے قیدیوں سے پوچھ گچھ شروع کی۔

"ہم فلپ صاحب کے ملازم تھے" ایک نے جواب دیا۔ "انہیں عمران نامی کسی شخص کی تلاش تھی، اس کے لیے وہ ظفر اور جیمسن نامی دو آدمیوں کے پیچھے لگے تھے۔ ظفر کو وہ خود لے گئے تھے اور جیمسن کو ہم یہاں اُٹھا لائے تھے۔"

"ظفر کو وہ کہاں لے گیا تھا؟"

"عالمگیر روڈ پر رینگل لاج ہے... فلپ صاحب کی کوٹھی۔ ہمارے تین آدمی رینگل لاج کی پُشت پر اس تھیلے کے منتظر تھے... اس میں ظفر کو بحالتِ بے ہوشی لانا تھا تھیلا آیا تو اس میں ظفر کی بجائے باس کی لاش نکلی۔"

"جیمسن کہاں گیا؟"

"دیوار سے ایک خوفناک شکل والا آدمی کودا تھا۔ اس نے جیمسن کو کھول کر بھگا دیا اور ہم لوگوں کو باندھ کر ڈال دیا۔"

"خوفناک شکل والا؟"

"جی ہاں... بڑی ڈراؤنی شکل تھی۔"

فیاض دانت پیس کر رہ گیا کیونکہ فون پر تو اس نے عمران ہی کی آواز سُنی تھی۔

"کیا فلپ ڈاکٹر انگھم کا ساتھی تھا؟" فیاض نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

"ہمیں نہیں معلوم صاحب!... خوفناک شکل والے نے بھی ہم سے کسی ڈاکٹر انگھم کے بارے میں پوچھا تھا۔ ہم اس نام کے کسی آدمی کو نہیں جانتے۔"

اتنے میں باہر سے پولیس کار کے سائرن کی آواز آئی اور فیاض انہیں وہیں چھوڑ کر صدر دروازے کی طرف آیا۔

علاقے کا اسٹیشن انچارج گاڑی سے اُترا تھا فیاض اُنہیں ہدایات دینے کے لیے باہر نکلا ہی تھا کہ مکان کے اندر زبردست قسم کے دھماکے کی آواز سُنی۔

فیاض جھپٹ کر پولیس کار کے قریب پہنچا اور مسلح جوانوں نے رائفلیں کاندھوں سے اُتار کر پوزیشن لے لی۔ انچارج نے بھی ہولسٹر سے ریوالور نکال لیا تھا۔

اُنہوں نے کھلے ہوئے دروازے سے گہرے دھوئیں کا بادل باہر نکلتے دیکھا۔

اچانک فیاض نے مکان کے عقبی دروازے کی طرف دوڑ لگائی لیکن اُس کے وہاں پہنچنے سے قبل ہی دروازے کے قریب کھڑی ہوئی جیپ فراٹے بھرتی آگے بڑھتی چلی گئی تھی۔

"ٹھہرو!... ورنہ گولی مار دوں گا۔" فیاض حلق پھاڑ کر دہاڑا لیکن فوراً ہی کھانسنے لگا کیونکہ ادھر بھی دھواں ہی دھواں تھا۔

جیپ کی عقبی سُرخ روشنیاں بجھی ہوئی تھیں... اندھیرے میں غائب ہو چکی تھی۔

تھوڑی دیر بعد جب دھوئیں کے بادل چھٹ گئے تو وہ لوگ مکان کے اندر پہنچے۔ پانچوں قیدی بے ہوش پڑے تھے لیکن لاش غائب تھی۔

فیاض نے دل ہی دل میں عمران کو ایک گندی سی گالی دی اور سوچنے لگا۔ اگر مردود نے فون پر ڈھنگ کی بات کی ہوتی تو وہ تنہا کیوں آتا اتنی دیر کیوں لگتی کہ لاش کو کوئی اُڑا لے جاتا۔

اُس نے وہیں سے اپنے ایک ماتحت ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ کو فون پر ہدایت دی کہ رینگل لاج کو فوری طور پر گھیرے میں لے کر اُس کا انتظار کیا جائے۔

اُن پانچوں قیدیوں کو علاقے کے اسٹیشن انچارج کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔ "انہیں حوالات میں رکھا جائے۔ ان سے کسی قسم کی پوچھ گچھ نہ کی جائے۔"

"بہت بہتر جناب!"

وہاں سے سیدھا رینگل لاج پہنچا۔ اُس کی ہدایت کے مطابق عمارت پولیس کے نرغے میں تھی۔

صدر دروازہ مقفل نہیں تھا۔ وہ چار ماتحتوں کے ساتھ اندر داخل ہوا۔ عمارت کی تلاشی شروع ہوئی لیکن کہیں بھی کوئی ایسی علامت نظر نہ آئی، جس کی بنا پر کچھ دیر قبل کیے جانے والے قتل کا ثبوت فراہم ہو سکتا۔

کوئی ایسی دستاویز بھی ہاتھ نہ لگی، جس سے فلپ کی شخصیت پر روشنی پڑ سکتی۔

تلاشی جاری رہی تھی کہ برابر والے کمرے میں فون کی گھنٹی بجی۔

فیاض جھپٹ کر وہاں پہنچا تھا۔ ریسیور اُٹھا کر خالص انگریزی لہجے میں ہیلو کہی۔

"انگریز بننے کی کوشش نہ کرو!" دوسری طرف سے عمران کی آواز آئی۔

"خدا تمہیں غارت کرے!" فیاض دانت پیس کر بولا۔ "تم کہاں ہو؟"

"اب بیواؤں کی طرح کوسنے بیٹھ گئے؟"

"کیوں مجھے ذلیل کر رہے ہو؟" فیاض نے بے بسی سے کہا۔

"ظفر اور جیمسن محض تمہاری وجہ سے دُشواری میں پڑے ہیں۔" عمران نے کہا۔

"وہ دونوں اب کہاں ہیں؟"

"میں نہیں جانتا۔"

"تو اس کا یہ مطلب ہے کہ ظفر ہی نے وہ لاش تھیلے میں ٹھونس کر وہاں بھجوائی تھی؟"

"خدا جانے! میں تو جیمسن کو اغوا کرنے والوں کا تعاقب کرتا ہوا وہاں پہنچا تھا۔"

"مجھ سے فوراً ملو، ورنہ اچھا نہیں ہوگا۔"

"آخر کیوں؟"

"انگھم کی طرف سے دھمکی موصول ہوئی ہے... کہ اگر کو رہا نہ کر دیا گیا تو پورے شہر کو جہنم بنا کر رکھ دے گا۔"

"میں نے آج تک جہنم نہیں دیکھا۔" عمران کی چہکار سنائی دی۔ "ہرگز رہا نہ کرنا۔"

"رحمان صاحب! تم سے ملنا چاہتے ہیں۔"

"ان سے کہہ دو... اگر ابھی ملاقات ہو گئی تو پھر دوسری قیامت ہی ہو سکے گی۔ اِلّا ماشاءاللہ۔"

"جہنم میں جاؤ۔"

"جاؤں گا... لیکن یہ بتاؤ... وہاں کوئی خاص چیز ہاتھ لگی ہے؟"

"کچھ بھی نہیں۔"

"اچھا تو سنو فیاض! لاش کا علم تمہارے اور اُن پانچوں آدمیوں کے علاوہ اور کسی کو بھی نہیں، لہٰذا گول کر جاؤ۔"

"کیا تمہیں علم ہے کہ کس نے وہاں سے لاش اُٹھائی تھی؟"

"ہاں میں جانتا ہوں اور اُن کی اسی حرکت کی بنا پر یہ جان گیا ہوں کہ لاش کہاں لے جائی گئی ہے۔"

"تب تو ٹھیک ہے۔"

"اُن پانچوں کو اس دھمکی کے ساتھ رہا کر دو کہ اگر انہوں نے کسی سے بھی فلپ کی لاش کا تذکرہ کیا تو سیدھے پھانسی کے تختے ہی تک پہنچیں گے۔"

"آخر کیوں؟"

"اچھا تو پھر اُنہیں گلے کا ہار بنائے فلپ کی لاش کو ڈھونڈتے پھرو۔"

"تم تو جانتے ہی ہو کہ لاش کہاں ہے؟"

"جانِ من... وہاں تو اب اُس کی راکھ بھی نہ ملے گی۔ بجلی گھر کی اُنچی بھٹی اسے ہضم کر گئی۔"

"تو کیا بجلی گھر...؟"

"بس خاموش... دوسرا لفظ زبان سے نہ نکلے، اپنے کام سے کام رکھو۔ یہ سر سلطان کے محکمے کا کیس ہے۔"

"لیکن مجھ پر میرے محکمے کا دباؤ ہے۔"

"اسی دباؤ کے تلے چادر اوڑھ کر چین سے سو جاؤ یا پھر ظفر الملک اور جیمسن کی تلاش جاری رکھو۔ اس طرح تمہارے روزنامچے کا پیٹ بھی بھرتا رہے گا۔"

"خدا سمجھے تم سے!"

"تم نے اتنی نسوانیت کیوں سوار ہے تم پر؟" عمران نے چہک کر کہا اور دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز سُن کر فیاض نے بھی ریسیور رکھ دیا۔

▲ ▲

لوسی سائیکو مینشن کے ایک کمرے میں آرام کرسی پر نیم دراز تھی۔

سرِ شام چہرے پر پائی جانے والی تازگی گہرے اضمحلال میں تبدیل ہو کر قوتِ کشش کا تیکھا پن ختم کر چکی تھی۔ آنکھیں ویران ویران سی لگ رہی تھیں۔ دفعتاً وہ سیدھی ہو بیٹھی۔ کوئی دروازہ کھول کر کمرے میں داخل ہو رہا تھا۔

دروازہ کھلا اور ایک آدمی کھانے کی ٹرالی دھکیلتا ہوا کمرے میں داخل ہوا۔

"مم... مسٹر ظفر کہاں ہیں؟" لوسی نے مُردہ سی آواز میں اُس سے پوچھا۔

"مَیں کسی مسٹر ظفر کو نہیں جانتا... آپ کھانا کھائیے۔"

"مم... مَیں... اُنہی کے ساتھ آئی تھی۔"

"یہاں کوئی کسی کے بارے میں کچھ نہیں جانتا... سب اپنی اپنی ڈیوٹی انجام دیتے ہیں۔"

"یہاں کا مالک کون ہے؟"

نووارد نے کوئی جواب نہ دیا۔ کھانے کی ٹرالی وہیں چھوڑ کر باہر چلا گیا۔ ظفر نے اُسے ہدایت کر دی تھی کہ کمرے ہی تک محدود رہے۔ دروازہ کھول کر دوسری جانب دیکھنے کی بھی اجازت نہیں دی تھی۔

اُس نے اُٹھ کر تھوڑا سا کھانا کھایا اور پھر آرام کُرسی پر جا بیٹھی۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کس قسم کے لوگوں میں آ پھنسی ہے۔

کچھ دیر بعد وہ نیند کے غلبے کا مقابلہ نہ کر سکی۔ پتا نہیں کب تک سوتی رہی پھر جھنجھوڑے جانے پر جاگی۔

وہ سمجھی تھی ظفر ہو گا لیکن اُس کی بجائے کوئی اور تھا۔

اُس نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں لوسی سے کہا۔ "چُپ چاپ یہاں سے نکل چلو۔"

"کہاں؟... تم کون ہو؟"

"کوئی دوست ہی یہاں اس قسم کا خطرہ مول لے سکتا ہے۔"

"ظفر کہاں ہے؟"

"اُسے جہنم میں جھونکو... وہ دوست نہیں ہو سکتا۔"

"تم میرے لیے بالکل اجنبی ہو۔"

"اچھی بات ہے تو پھر پولیس ہی تمہاری مزاج پُرسی کرے گی۔ ظفر گرفتار کیا جا چکا ہے۔ فلپ کی لاش پولیس کے ہاتھ لگ گئی ہے۔"

"تمہیں کس نے بھیجا؟"

"کیا اب بھی یہ بتانے کی ضرورت باقی رہتی ہے۔" نووارد نے بے حد تلخ لہجے میں کہا۔

لوسی نے اُسے غور سے دیکھا۔ صُورت سے اوّل درجے کا احمق معلوم ہوتا تھا۔

"اچھا... چلو!" وہ اُٹھتی ہوئی بولی۔

نووارد نے کہا "میرا ہاتھ پکڑ لو... مَیں لائٹ آف کرنے جا رہا ہوں۔ باہر بھی اندھیرا ہے۔"

اُس کا ہاتھ پکڑ کر اُسے تاریکی میں دیر تک چلنا پڑا۔ پھر وہ کھلے آسمان کے نیچے آ گئے تھے۔

یہاں وہ ایک بند گاڑی میں بیٹھے۔ گاڑی کوئی اور ڈرائیو کر رہا تھا۔ گاڑی کا یہ حصّہ ائیر کنڈیشنڈ معلوم ہوتا تھا اور پوری طرح روشن تھا۔

وہ حیرت سے نووارد کو دیکھے جا رہی تھی۔

"اب تم مجھے کہاں لے جاؤ گے؟"

"کسی محفوظ جگہ پر۔"

"کیا ظفر سے پولیس نے سب کچھ اُگلوا لیا ہے؟"

"ہاں! اُس نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ فلپ تمہاری چلائی ہوئی گولی کا شکار ہوا تھا۔"

"میرے خدا! میں کیا کروں؟"

"خدا اس سوال کا جواب دینے نہیں آئے گا۔ لہٰذا میری بات پر کان دھرو۔"

"کہو... کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"کچھ بھی نہیں۔"

"کیا بات ہوئی؟"

"سب کچھ بھول جاؤ، جیسے کچھ ہُوا ہی نہ ہو۔"

"تم آخر ہو کون؟"

"وہی جس کی تلاش تھی تم دونوں کو!"

"نہیں...!" لوسی بوکھلا کر کھڑی ہو گئی۔

"یقین کرو۔"

"تم عمران نہیں ہو سکتے۔ وہ شاید کوئی بہت ہی خونخوار آدمی ہے۔"

"خواہ مخواہ۔"

"جس سے اس قسم کے لوگ خائف ہوں۔ وہ خود کیا ہو گا۔ کبھی تم نے اپنی شکل بھی دیکھی ہے آئینے میں۔" لوسی ہنس پڑی۔

"روز دیکھتا ہوں۔ کوئی اور تھوڑا ہی شیو کر جاتا ہے" نووارد نے احمقانہ انداز میں ہنس کر کہا۔

گاڑی کسی جگہ رُکی اور اُن کے لیے عقبی دروازہ کھولا گیا۔ اس سے قبل ہی اجنبی نے اندر کی روشنی بجھا دی تھی۔

"چلو اُترو!" اُس نے لوسی سے کہا۔

دونوں نیچے اُترے، گاڑی کا دروازہ بند کیا گیا۔

اور پھر دوبارہ اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئی۔

وہ گہری تاریکی میں کھڑے تھے۔

"ہم کہاں ہیں؟" لوسی نے پوچھا۔

"کیا تم سمندر کی لہروں کا شور نہیں سُن رہیں؟"

"اوہو... لیکن کیوں؟"

"شہر کے ہنگاموں سے دور ہم زیادہ خوش رہ سکیں گے۔"

"سچ بتاؤ... تم کون ہو اور کیا چاہتے ہو؟"

"مَیں عمران ہوں اور آج تک خود میری سمجھ میں بھی نہیں آ سکا کہ میں کیا چاہتا ہوں۔"

"فضول باتیں مت کرو... تم عمران نہیں ہو سکتے۔"

"مارو گولی۔ کیا رکھا ہے ان باتوں میں۔ مقصد تو یہ ہے کہ تم پولیس کے ہتھے نہ چڑھنے پاؤ اور بلیک میلرز کی ایک تنظیم سے بھی تمہارا چھٹکارا ہو جائے۔"

"کیا عمران کسی تنظیم کا سربراہ ہے؟"

"بلیک میلرز کی بہت بڑی تنظیم کا سربراہ... اور ظفر الملک اُس کا آلۂ کار ہے۔"

"تو تم عمران نہیں ہو؟"

عمران نے ہنس کر کہا۔ "مَیں تو مذاق کر رہا تھا۔"

"پھر تم کون ہو؟"

"...ڈھمپ!"

"یہ کیسا نام ہے؟"

"ایک بے معنی نام ہے لیکن ہے زور دار... جیسے پہاڑ سر پر آ گرا ہو۔"

"تو کیا اب ہم یہیں کھڑے رہیں گے؟"

"نہیں چلو!" وہ اُس کا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھتا ہُوا بولا۔

لوسی کو محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ نشیب سے اُوپر جا رہے ہوں۔

ذرا ہی سی دیر میں سانس پھول گیا اور وہ ہانپتی ہوئی بولی۔ "کیا بات چیت کے لیے سطحِ سمندر سے کوئی مخصوص بلندی درکار ہے؟"

"ہاں... بس ٹیلے کے اُدھر ہمیں پناہ مل جائے گی۔" اجنبی ہانپ کر بولا۔

اوپر پہنچ کر دوسری طرف نشیب میں کہیں کہیں مدھم روشنیاں نظر آئیں۔

"اوہو... شاید ہم ڈائمنڈ بیچ کے آس پاس ہیں۔" لوسی بول پڑی تھی۔

"اندھیرے میں بھی پہچان لیا... کمال ہے!"

"یہاں فلپ کا بھی ایک ہٹ ہے۔ اکثر اِدھر آئی ہوں۔"

"ہو گا...!" اجنبی نے بے پروائی سے کہا۔ "میں تو تمہیں اپنے ہٹ میں لے چل رہا ہوں۔"

لوسی کچھ نہ بولی۔ ٹیلے سے اُتر کر وہ روشنیوں کی طرف بڑھتے رہے۔ بالآخر ہٹوں کی بستی میں پہنچ کر اجنبی نے ایک ہٹ کا قفل کھولا۔

کچھ دیر بعد کیروسین لیمپ کی مدھم روشنی میں وہ دونوں ایک دوسرے کو گھورے جا رہے تھے۔

دفعتاً لوسی مُسکرائی اور اجنبی کے چہرے پر چھائی ہوئی حماقت کچھ اور زیادہ گہری ہو گئی۔

"سچ بتاؤ... کیوں لائے ہو یہاں؟" لوسی نے سوال کیا۔

"کیا تم کرسچین ہو؟" اجنبی پوچھ بیٹھا۔

"میرا نام لوسی ہے۔ نام ہی سے کرسچین معلوم ہوتی ہوں۔"

"لیکن افسوس کا مقام ہے کہ یہودیوں کا آلۂ کار بنی ہوئی ہو!"

"کیا مطلب؟"

"فلپ کون تھا؟"

"وہ بھی کرسچین تھا؟"

"ہرگز نہیں، یہودی تھا۔"

"تم کیا جانو؟"

"اچھا یہی بتاؤ کہ عمران کو کیوں تلاش کرتی پھر رہی تھیں؟"

"وہ بلیک میلر ہے۔ فلپ کے کچھ دوستوں کو بلیک میل کرنا چاہتا تھا۔"

"اور فلپ کے دوست بڑے خطرناک ہیں۔ تم نے کچھ اسی انداز میں اُن کا ذکر کیا تھا۔"

"ہاں، یہ دُرست ہے۔"

"تم اُنہیں جانتی ہو گی؟"

"صرف ایک کو۔"

"اوہ... خیر... ہاں تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ تم فلپ کی دوستی میں مُلک دشمنی کی مرتکب ہوتی رہی ہو۔"

"نہیں...!" لوسی چونک پڑی۔

"یقین کرو، بات یہی ہے۔"

"آخر تم ہو کون؟"

"ڈمپ؟"

"مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

"فلپ کے اُن دوستوں کے پتے جنہیں عمران بلیک میل کرنا چاہتا ہے۔"

"میں صرف ایک کو جانتی ہوں اور وہ خونخوار آدمی ہے۔"

"اُسی کا نام اور پتا بتاؤ۔"

"مارک ایولن... میں ایک بار فلپ ہی کے ساتھ اُس سے ملی تھی۔ گینڈے کی طرح مضبوط اور پاگل کتے کی طرح کٹکھنا ہے۔ مکمل پتا نہیں جانتی۔ بس ایک دن فلپ کو کہتے سنا تھا کہ وہ جزیرہ موبار میں کہیں رہتا ہے۔"

"فلپ نے یہ بھی بتایا ہوگا کہ عمران اُسی کے ڈر سے چھپا پھرتا ہے۔"

"ہاں... آں... شاید کہا تھا اُس نے۔"

"ظفر اور جیمسن کے بارے میں کیا بتایا تھا؟"

"یہی کہ عمران اُنہی دونوں کے توسط سے ہاتھ آسکے گا۔"

"فلپ سے تمہاری دوستی کتنی پرانی تھی؟"

"وہ پچھلے مہینے مجھے ملا تھا۔"

"تم خود کہاں رہتی ہو اور کیا کرتی ہو؟"

"چیمبر آف کامرس میں ٹائپسٹ ہوں۔"

"تب پھر تمہاری ملازمت بھی گئی۔"

"میں ایک ماہ کی چھٹی پر ہوں۔ ویسے تم نے مجھے بڑی اُلجھن میں ڈال دیا ہے۔"

"میں نے ڈال دیا ہے یا تم خود پڑی ہو۔"

"میں اس کی بات نہیں کر رہی۔ آخر مجھ سے وطن دشمنی کیوں کر سرزد ہوئی ہے؟"

"آہستہ آہستہ خود ہی سمجھ جاؤ گی۔ اب سو جاؤ۔"

"تم مجھے کب تک پولیس سے بچائے رکھ سکو گے؟"

"اس اُلجھن میں نہ پڑو... سو جاؤ۔"

"ایسے حالات میں مجھے نیند نہ آسکے گی۔ میرا خیال ہے کہ وہاں کھانے میں مجھے کوئی خواب آور چیز دی گئی تھی۔"

اجنبی کچھ نہ بولا۔ لوسی نے محسوس کیا کہ خود اُس کی پلکیں نیند سے بوجھل ہوئی جا رہی ہیں۔

پھر وہ کرسی پر بیٹھے بیٹھے ہی سو گیا تھا۔

لوسی نے اُٹھ کر لیمپ کی لو کچھ اور تیز کر دی اور اس کے چہرے کو غور سے دیکھنے لگی۔ نہ جانے کیوں ایسے محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ کوئی ننھا سا بچہ ہو اور اپنی معصوم شرارت کی بنا پر پٹ جانے کے بعد رو دھو کر سو گیا ہو... کتنی معصومیت تھی اُس کے چہرے پر۔ وہ کوئی بُرا آدمی نہیں ہو سکتا تھا لیکن نام عجیب تھا۔ ڈمپ! پہلے اس نے ا
نام عمران بتایا تھا آخر کیوں؟ ہو سکتا ہے عمران کا کوئی سا
جسے بلیک میل کرکے غلط راستوں پر ڈالا گیا ہو۔ بہرحال کچھ بھی ہو، اُسے اس کی ہم نشینی سے وحشت نہیں ہو رہی تھی وہ تو ایک طرح کی طمانیت محسوس کر رہی تھی۔ اچانک اسے فلپ کی موت یاد آئی اور وہ کانپ گئی۔

ڈمپ سوتے میں مسکرا رہا تھا۔ وہ خود بھی غیر ارادی طور پر مسکرا پڑی۔ ڈمپ کے خوابیدہ چہرے کی معصومیت کچھ اور بڑھ گئی تھی۔ اُسے دیکھتے دیکھتے خود اُس کی آنکھیں بھی نیند کے گہر میں ڈوبتی چلی گئیں۔

پھر جاگی تو ڈمپ کی کرسی خالی تھی اور کھڑکی سے سورج کی اولین شعاعیں کمرے میں در آئی تھیں۔

وہ طویل انگڑائی لے کر اُٹھ کھڑی ہوئی۔

"ڈمپ!" اُس نے مسکرا کر ہانک لگائی۔

"اِدھر... اِدھر کچن میں ہوں۔" کچھ فاصلے سے آواز آئی ساتھ ہی اُس نے تلے جانے والے انڈوں کی مہک بھی محسوس کی اور اُسی سمت بڑھتی چلی گئی جدھر سے آواز آئی تھی۔

اُس نے اسے فرائنگ پین میں انڈے توڑتے دیکھا

"باتھ روم... بیڈ روم میں ہے۔" اُس نے اُس کی طرف توجہ دیے بغیر کہا۔

"مگر تم... یہ کیا کر رہے ہو؟ مجھے جگا دیا ہوتا۔"

"تم مہمان ہو... جاؤ...!"

وہ چند لمحے اُسے غور سے دیکھتی رہی اور پھر وہاں سے چلی گئی۔

پندرہ بیس منٹ بعد وہ ناشتے کی میز پر تھے۔ ڈمپ اُس سے کہہ رہا تھا "کافی تیار کرنا ہر ایک کے بس کا روگ نہیں ہے۔"

"تم کچن کے ماہر بھی معلوم ہوتے ہو۔" لوسی مسکرائی۔

"کیا کروں... مجبوری... میں اپنے والدین کے لیے بچپن ہی میں مر گیا تھا۔"

"غالباً تم اُلٹی بات کہہ گئے ہو۔"

"ہاں شاید...!" وہ نوالا چباتا ہوا بولا "پھر جسے تم عمران سمجھتی ہو
نے پال پوس کر مجھے جوان کیا اور اسی راستے پر ڈال دیا۔"

"کس راستے پر؟"

"میں اس کے لیے کام کرتا ہوں۔ وہ بلیک میلر ہے۔ کبھی
پولیس آفیسروں کو بلیک میل کرتا ہے اور کبھی مجرموں کو...
ن ایسے مجرموں کو موت کے گھاٹ اُتار دیتا ہے جن پر ملک
کا شبہ ہو جائے۔ اُس نے تمہیں اسی لیے پولیس کے ہتھے
چڑھنے دیا کہ تم نے ایک غیر ملکی جاسوس کو قتل کیا ہے۔"

"تو کیا سچ مچ... فلپ...؟"

"ہاں... وہ ایک ایسی تنظیم کا فرد تھا، جو مختلف حیلوں
ساری دُنیا کی دولت پر خود قابض رہنا چاہتی ہے۔"

"پچھلی رات تم یہودیوں کی بات کر رہے تھے۔"

"ہاں... وہ صیہونی تھا... تمہارا فلپ!"

"میرا فلپ نہ کہو۔ ہم صرف دوست تھے۔ بڑا ہنسوڑ
تھا۔ یہی چیز دوستی کا باعث بنی تھی... اور کچھ بھی
تھا۔"

"خیر بہرحال صیہونی تنظیم عیسائیوں اور مسلمانوں کو
و نابود کر دینا چاہتی ہے۔ آنکھیں پھیلا کر دیکھو تو
دُنیا کا بڑا حصہ صیہونی سرمائے میں جکڑا ہوا نظر آئے گا۔
بہترین دماغ آئے دن طرح طرح کے فلسفے تلاش کر
دماغوں کو پراگندہ کرتے رہتے ہیں مثال کے طور پر
ازم صیہونیوں کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔"

"تم ان معاملات پر بڑی ذہانت سے گفتگو کر سکتے ہو
سے تو ایسے نہیں معلوم ہوتے۔"

"شاید میں بہت زیادہ بے وقوفی کی باتیں کر رہا ہوں۔"
لہجے میں کہا اور بہت زیادہ اداس نظر آنے لگا۔

"نہیں... ایسی کوئی بات نہیں، بہت پیارے آدمی ہو۔"

"اتنا بھی بے وقوف نہ سمجھو کہ اسے سچ سمجھ لوں گا۔
کی نے مجھے منہ نہیں لگایا۔"

"احمق ہیں۔ وہ جوہر ذاتی کو پرکھنا کیا جانیں۔"

"سکتی ہو؟" اُس نے احمقانہ لہجے میں پوچھا۔

"ہوں... چلو کافی ٹھنڈی ہو رہی ہے۔"

اُٹھا کر جلدی جلدی گھونٹ لینے لگا۔ ایسا معلوم
آنکھوں سے ڈھلکنے والے موٹے موٹے قطروں

لوسی اُسے حیرت سے دیکھتی رہی لیکن کچھ بولی نہیں۔

ناشتے کے بعد ڈمپ نے کہا "آج ہم موبار چلیں گے۔"

"کیوں شامت آئی ہے۔" لوسی نے کہا "موبار کوئی بہت بڑا جزیرہ نہیں ہے اور مارک ایولن مجھے پہچانتا ہے۔"

"تم اس کی فکر نہ کرو۔ عمران کا شاگرد ہوں۔ اس طرح تمہاری شکل تبدیل کر دوں گا کہ تمہارے والدین بھی نہ پہچان سکیں۔"

"سچ مچ...؟"

"یقین کرو۔ ابھی دیکھ لینا۔"

* * *

اسی شام کو ظفر چہرے پر گھنی داڑھی لگائے جیمسن کو تلاش کرتا پھر رہا تھا۔ گھر مقفل ملا۔ گاڑی کا بھی کہیں پتا نہ تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہیں جیمسن دوبارہ نہ اُن کے ہتھے چڑھ گیا ہو۔

پھر اُس نے اُسے اُن جگہوں پر تلاش کرنا شروع کیا جہاں اُس کے ملنے کے امکانات ہو سکتے تھے... پبلک لائبریری بھی ایسے ہی مقامات میں سے تھی۔ اگر اُس نے گھر کا رُخ نہیں کیا تھا تو کلاسکس کی بھوک مٹانے کے لیے پبلک لائبریری ضرور پہنچا ہوگا۔

پبلک لائبریری خاصی آباد تھی۔ ظفر چاروں طرف نظر دوڑانے لگا لیکن کہیں بھی کوئی بے ترتیب داڑھی والا نہ دکھائی دیا۔

تھک گیا تھا۔ لہٰذا اُس نے سوچا کیوں نہ کچھ دیر یہیں بیٹھا جائے۔ ایک اخبار اُٹھا کر وقت ضائع کرنے لگا۔

اچانک کسی کی کھانسی سن کر چونکا اور تھوڑے فاصلے پر بیٹھے ہوئے کھانسنے والے کو گھورنے لگا۔

یہ ایک خوش رو نوجوان تھا۔ داڑھی مونچھیں صاف تھیں اور سر کے بال بڑی نفاست سے تراشے گئے تھے۔ آنکھوں پر رِیم لیس فریم کی ہلکی پھلکی عینک تھی۔

ظفر نے ہونٹ سکوڑے لیکن کچھ بولا نہیں۔ یہ صد فی صد جیمسن تھا۔ جس کے ہاتھوں میں ایک موٹی سی اور کسی قدر کرم خوردہ کتاب تھی۔

ظفر اپنی جگہ سے اُٹھ کر اُس کے قریب والی کرسی پر جا بیٹھا اور آہستہ سے بولا "بچ رہے ہو... کیا چاند سی صورت نکل آئی ہے۔"

جیمسن کسی وحشت زدہ جانور کی طرح بھڑکا کیونکہ ظفر

نے آواز بدلنے کی کوشش کی تھی۔

"کیا اب اُٹھ کر بھاگے گا؟" ظفر نے آواز بدلنے کی کوشش ترک کرتے ہوئے پوچھا۔

"اوہ...!" جیمسن نے طویل سانس لے کر کتاب بند کر دی اور بولا "مجھے اتنی جلدی مل بیٹھنے کی توقع نہیں تھی ورنہ آج کا دن اور جیسے تیسے نکال دینے کی کوشش کرتا۔"

"کیا مطلب؟"

"یہاں سے اٹھیے تو بتاؤں۔" جیمسن اٹھتا ہوا بولا۔

اُس نے کتاب کاؤنٹر کلرک کے حوالے کی اور ظفر کے ساتھ باہر نکلا... اور ایک سیکنڈ ہینڈ ڈوکس ویگن کا دروازہ کھول کر نہایت ادب سے کھڑا ہو گیا۔

"یہ گاڑی کہاں سے ہاتھ لگی؟" ظفر نے حیرت سے پوچھا۔

"آپ بیٹھیے تو سہی۔ ٹھکانے پر پہنچ کر بتاؤں گا۔"

ظفر گاڑی میں بیٹھ گیا اور جیمسن نے اسٹیرنگ سنبھالتے ہوئے کہا۔ "بالوں سے نجات پانے کے بعد ایسا محسوس کر رہا ہوں جیسے کل یا پرسوں پیدا ہوا ہوں۔"

"ٹھکانے پر پہنچ کر ہی فیصلہ کر سکوں گا کہ تم نے پیدا ہو کر غلطی تو نہیں کی۔" ظفر الملک نے خشک لہجے میں کہا۔

کچھ دیر بعد گاڑی ایک ہوٹل کی کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی۔ ظفر نے پھر ہونٹ سکوڑے اور جیمسن کو گھورنے لگا۔

گاڑی سے اُتر کر وہ عمارت میں آئے۔ جیمسن نے کاؤنٹر سے کنجی لی اور وہ لفٹ کے ذریعے تیسری منزل پر پہنچے۔

ایک کمرے کا قفل کھولتے وقت جیمسن نے کہا۔ "بڑی پُرسکون جگہ ہے۔"

"ہو سکتا ہے تھوڑی دیر بعد پُرسکون جگہ نہ رہ جائے!"

ظفر کا لہجہ بڑا غصیلا تھا۔

دونوں کمرے میں داخل ہوئے اور جیمسن نے کہا "میں جانتا تھا کہ ایک نہ ایک دن آپ سے ملاقات ضرور ہو گی۔ اسی لیے میں نے دو آدمیوں کی رہائش والا کمرہ انگیج کیا تھا۔"

"اب اپنی اس بے پناہ دولت مندی کے راز سے بھی آگاہ کر دو!" ظفر نے اُس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"آپ کی صحبت میں رہ کر تھوڑا بہت ذہین بھی ہو گیا ہوں۔"

"تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔" ظفر گھونسا تان کر بولا۔

"میں نے سوچا اگر گاڑی میرے پاس رہی تو یقینی طور پر پولیس کے ہتھے چڑھوں گا۔"

"اچھا تو پھر؟"

"گاڑی میں نے فروخت کر دی۔"

"کیا...؟"

"جی ہاں... اور نہیں تو کیا نئے ماڈل کی ٹویوٹا پر بیٹھ کر بھیک مانگتا پھرتا۔ میری جیب میں تو ایک پائی بھی نہیں تھی۔"

ظفر نیم مُردہ سا ہو کر کرسی میں ڈھیر ہو گیا۔

"اکتیس ہزار کی گاڑی پندرہ ہزار میں کھڑے گھاٹ بک گئی۔ ایک ہزار دلال کو دیے اور چھ ہزار کی پرانی گاڑی خریدلی۔ آٹھ ہزار محفوظ ہیں۔" جیمسن فخریہ لہجے میں کہتا رہا۔ "آپ جیسے ذہین اور عالی مرتبت مالک کے ملازم میں اتنی سوجھ بوجھ تو ہونی ہی چاہیئے۔"

"آج سے میں تیرا ملازم... اور تو میرا مالک!" وہ کرسی سے اُٹھتا ہوا کراہا اور ایک زوردار گھونسا جیمسن کے جبڑے پر رسید کر دیا۔

وہ مسہری پر جا گرا تھا۔ جبڑا دونوں ہاتھوں سے دبائے ہوئے اُٹھا اور بولا۔ "اب ہم رات کا کھانا کھائیں گے آپ کیا پسند فرمائیں گے یور ہائی نس!"

"زہر...!" ظفر دانت پیس کر بولا۔

"پھر یہ باقی بچے ہوئے آٹھ ہزار کون خرچ کرے گا۔ میں خود کو اتنی بڑی ذمے داری کا اہل نہیں سمجھتا۔"

"مردود... تو نے چھ ہزار کے نقصان پر نئی ٹویوٹا دی، جب کہ پورا سال گزرنے پر دو ہزار سے زیادہ کا ڈپریسیئشن نہیں ہوتا۔"

"یہ دیکھنے بیٹھتا تو وہ گھنٹے بھر میں نہ فروخت ہو سکتی"

"میں اس چھکڑے پر نہیں بیٹھ سکتا۔"

"فکر نہ کیجیے! کروڑپتی عمران صاحب آپ کو نئی خرید دیں گے۔"

"اب بکواس بند کر... اور مجھے چین سے مرنے دے"

ظفر نے کہا اور جوتوں سمیت مسہری پر فلیٹ ہو گیا۔

* * *

موبارکے فلیٹیز ہوٹل میں جب انہوں نے قیام کیا تھا بار بار آئینے میں حیرت سے اپنی شکل دیکھتی۔ ڈھمپ نے کہا تھا کہ بدلی ہوئی صورت میں ا والدین کو بھی پہچاننے میں پس و پیش ہوگا۔ وہ سوچ رہی تھی کہ اُس نے ٹھیک ہی کہا تھا۔ جب بھی آئینے کی طرف نظر جاتی وہ خود چونک پڑتی۔

ڈھمپ نے بھی اپنی شکل میں خاصی تبدیلی کر لی تھی اور تاریک شیشوں کی عینک لگانے لگا تھا۔

آٹھ بجے انہوں نے رات کا کھانا کھایا اور چہل قدمی کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔

"تمہارے والدین کو تمہاری غیر حاضری پر تشویش ہو گی۔" ڈھمپ بولا۔

"میں شہر میں تنہا رہتی ہوں میرے والدین سرڈار لگڑھ میں ہیں۔"

"یہ بڑی اچھی بات ہے۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم مارک کو کہاں تلاش کرتے پھریں گے۔" لوسی نے کہا۔

"مقصد تو تمہیں پولیس سے بچائے رکھنا ہے۔ مارک جائے جہنم میں۔ ویسے لگے ہاتھ وہ بھی کہیں نظر آ گیا تو دیکھا جائے گا۔"

ہوا میں خنکی تھی لیکن ناخوش گوار نہیں تھی۔ سر پر تاروں بھرا آسمان صدیوں پرانی کہانیاں دہرا رہا تھا۔

وہ چلتے چلتے ایک جگہ بیٹھ گئے۔

"میں تصور بھی نہیں کر سکتی تھی کہ کبھی ایسے حالات سے گزرنا ہو گا۔" لوسی تھکی تھکی سی آواز میں بولی۔

"کیا تمہیں ان حالات میں دلچسپی کی کوئی چیز نہیں ملی؟"

"تم یہ کیوں بھول جاتے ہو کہ میرے ہاتھوں ایک خون ہوا ہے؟"

"تمہیں بھی بھول جانا چاہیئے۔"

"میرے لیے ناممکن ہے۔"

"تم نے نادانستہ طور پر اس بھوتنی کو مار کر عیسائیت کے لیے ایک بڑا کارنامہ انجام دیا ہے اور اپنے وطن کی خدمت کی ہے۔"

"کیا جانے؟"

"اچھا تو سنو! میں تمہیں بتاتا ہوں تم نے پچھلے دنوں اخبارات میں کسی نیلے ہاتھ کی کہانی پڑھی تھی؟"

"ہاں ہاں!" لوسی چونک پڑی۔

"وہ انہی لوگوں کا کارنامہ تھا جن کی آلۂ کار... تم نادانستہ طور پر بنی رہی ہو۔ نیلے ہاتھ کا پہلا شکار رچرڈ سن عیسائیوں کی تحریک آزادی بیت المقدس کا سرگرم کارکن تھا۔ دوسری شکار مسز گوہن کو عمران نے اپنی حکمتِ عملی سے بچا لیا تھا۔"

"اوہو... تو اسی لیے وہ لوگ عمران کی تلاش میں ہیں؟"

"ہاں یہی وجہ ہے۔"

"تو کیا عمران بھی کسی تحریک سے تعلق رکھتا ہے؟"

"نہیں لیکن بیت المقدس پر یہودیوں کا تسلط اُسے بھی گوارا نہیں ہے۔"

"تب تو اُسے نیک بدمعاش کہنا چاہیئے۔" لوسی ہنس کر بولی تھی۔

"مجرم پولیس سے اتنے خائف نہیں ہیں جتنے عمران سے ہیں۔" ڈھمپ نے کہا۔

"اچھا تو سنو... ہم اُس کی تلاش جاری رکھیں یہاں کے ریستورانوں یا کسی نہ کسی بار میں وہ ہمیں ضرور دکھائی دے گا۔" لوسی نے کہا۔

"فلپ نے اُس کے پیشے کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا؟" ڈھمپ نے پوچھا۔

"کچھ بتایا تو تھا لیکن مجھے یاد نہیں آ رہا۔"

وہ اُٹھ کر ٹہلتے ہوئے ایک قریبی بار میں داخل ہوئے۔

"میں لیمونیڈ پی لوں گی۔ تمہیں جو پینا ہو پیو۔" لوسی نے کہا۔

"میں کوکا کولا کے علاوہ اور کچھ نہیں پیتا۔"

"کیا واقعی اتنے ہی پارسا ہو؟" لوسی اُس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی مسکرائی۔

"اُس بھینس سے تمہیں کبھی ملاؤں گا، جس کا دودھ پی کر جوان ہوا ہوں۔"

کاؤنٹر پر رُک کر انہوں نے لیمونیڈ اور کوکا کولا کی فرمائش کی۔

"کیا مسٹر مارک ایوانس آج نہیں آئے؟" لوسی نے بارٹنڈر سے پوچھا۔

یہ ایک زرد چہرے والا یوریشین تھا۔ اُس نے لوسی کو گھور کر دیکھا اور سر کو نفی میں جنبش دیتا ہوا آئس باکس کی طرف متوجہ ہو گیا۔

پھر کاؤنٹر پر بوتلیں رکھتا ہوا آہستہ سے بولا۔ "تم لوگ

"شاید یہاں اجنبی ہو؟"

"ہاں... آں... شہر میں ایک بار مسٹر ایوسن سے ملاقات ہوئی تھی۔ انہوں نے اسی بار کا پتا دیا تھا۔" ڈھمپ نے کہا۔

"شاید وہ اب بھی شہر ہی میں ہے۔" بارٹنڈر نے خشک لہجے میں کہا اور دوسرے گاہک کی طرف متوجہ ہو گیا۔

وہ لیمونیڈ اور کوکاکولا کی چسکیاں لیتے رہے۔ بارٹنڈر گاہک سے نمٹ کر پھر ان کے پاس آ کھڑا ہوا اور لوسی کو مخاطب کر کے بولا۔ "اگر تم سے ایک بار ہی اس کی ملاقات ہوئی ہے تو دوسری بار ملنے کی کوشش نہ کرو!"

"کیوں...؟"

"شاید تم اسے اچھی طرح نہیں جانتیں۔ موبار کی عورتیں اس کے تصور سے بھی کانپتی ہیں۔"

"ہمارا تعلق ایک اخبار سے ہے۔" ڈھمپ بولا۔ "مسٹر مارک ایوسن کے پاس ہمارے لیے کچھ مواد تھا۔"

وہ اسے الگ لے جا کر آہستہ سے بولا۔ "اس کی رہائش گاہ پر تنہا جانا۔ لڑکی کو ہرگز نہ لے جانا، ورنہ وہ تمہیں تو اٹھوا کر باہر پھنکوا دے گا اور لڑکی کو جب تک چاہے گا اپنا مہمان رکھے گا۔"

"کیا... یہاں... اس جزیرے پر قانون کی حکومت نہیں ہے؟" ڈھمپ نے برا سا منہ بنا کر پوچھا۔

"قانون کے محافظ اس کی جیب میں پڑے رہتے ہیں۔"

"اوہ... تو وہ یہاں اتنا ہی بااثر ہے۔ میرے اخبار کے لیے اچھا خاصا موضوع ہے۔"

"وہ اس اخبار ہی کو بند کرا دینے کی قوت رکھتا ہے، جس میں اس کے خلاف کچھ چھاپا جائے۔"

"اوہ... اچھی بات ہے۔ میں اس سے تنہا ہی ملوں گا۔ مجھے پتا بتا دو۔"

"اگر وہ شہر سے واپس آ گیا ہو گا تو شرقی ساحل کی... عمارت ایوسن ہاؤس میں ملے گا۔ آج کل وہیں مقیم ہے۔"

"کیا یہاں اس کی کئی عمارتیں ہیں؟"

"آدھے جزیرے کا مالک وہی ہے۔ تم کیسے اخبار نویس ہو کر اتنا بھی نہیں جانتے؟"

"تب تو میں اس سے ہرگز نہیں ملوں گا۔" ڈھمپ نے خوف زدہ لہجے میں کہا اور وہاں سے کھسک کر لوسی کے پاس آ کھڑا ہوا۔

جب وہ بار سے باہر نکلے تو لوسی نے پوچھا۔ "الگ لے جا کر کیا کہہ رہا تھا؟"

"تمہارے سننے کی بات نہیں۔"

"تم عجیب آدمی ہو... بتاؤ نا۔"

"مجھے عجیب ہی رہنے دو۔"

لوسی خاموش ہو گئی اور پھر وہ فلیٹیر کی طرف واپس کے لیے مڑ گئے۔ کچھ ہی دور چلے ہوں گے کہ ایک جیپ ان کے برابر رکی اور اس پر سے دو آدمیوں نے کود کر ان کا راست روک لیا۔

"گاڑی پر بیٹھ جاؤ!" ایک بولا۔

"لک... کیوں؟" ڈھمپ کی آواز کانپ رہی تھی۔

"اگر کوئی اجنبی یہاں اس کا نام لیتا ہے تو اسے اس کا مہمان بننا پڑتا ہے۔" جواب ملا۔

"ل... لیکن...؟"

"چلو بیٹھ جاؤ، ورنہ زبردستی بٹھا دیے جاؤ گے۔"

"ن... نہیں زبردستی نہ کرو۔ ہم بیٹھے جاتے ہیں۔" ڈھم گڑگڑایا۔

لوسی کو اس آدمی کا لہجہ اچھا نہیں لگا تھا۔ دل تیز سے دھڑکنے لگا۔

وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ ڈھمپ اتنا بودا ثابت ہو گا۔ اس نے اسے جیپ کی طرف مڑتے دیکھا، پھر اچا وہ پلٹ پڑا۔ اس کا گھونسا پیچھے کھڑے ہوئے آدمی کے جبڑ پر پڑ چکا تھا۔

لوسی اچھل کر دور جا کھڑی ہوئی۔ جس کے جبڑ گھونسا پڑا تھا، وہ کئی گز کے فاصلے پر لیٹا نظر آیا۔ دوسر نے ڈھمپ پر چھلانگ لگائی تھی۔ پہلا اٹھ ہی رہا تھا ڈھمپ نے دوسرے کو سر سے بلند کر کے اس پر پھینک مارا تھا۔

اس کے بعد دونوں پھر نہ اٹھ سکے۔ لوسی جیپ ڈھمپ کے پاس پہنچی۔ یہاں دھندلی سی روشنی تھی آس پاس اور کوئی موجود نہیں تھا۔

"اب کھڑے کیا کر رہے ہو، چلو یہاں سے!" لو اس کا بازو پکڑ کر کہا۔

"میں سوچ رہا ہوں۔" وہ اونچی آواز میں بولا۔ "اسٹارٹ کر کے ان دونوں پر چڑھا دوں۔"

اچانک وہ دونوں اٹھ کر مخالف سمت میں بھاگ نکلے اور ڈھمپ نے ایک زوردار قہقہہ لگایا۔

اس نے گاڑی کے اگلے حصے کی طرف جا کر ڈیش بورڈ ٹٹولا۔ کنجی اگنیشن میں موجود تھی۔

"آؤ بیٹھو!" اس نے اسٹیرنگ کے سامنے بیٹھتے ہوئے لوسی کو آواز دی۔

طوعاً و کرہاً وہ جیپ میں اس کے برابر بیٹھ گئی۔

"موبار میرے لیے نئی جگہ نہیں ہے۔ میں اس کے چپے چپے سے واقف ہوں۔" ڈھمپ بولا۔

جیپ اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھی۔

لوسی خوف زدہ تھی۔ اس نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔ "اب کہاں جا رہے ہو؟"

"جیپ غائب کرنے۔"

تھوڑی دیر بعد ایک جگہ گاڑی روک کر وہ اتر پڑا اور لوسی سے بھی اترنے کو کہا۔

وہ نیچے اتری تو کہا۔ "چلو دھکا لگاؤ؟"

"کیوں؟" اس نے بوکھلا کر پوچھا۔

"ایک ہی دھکے میں غائب ہو جائے گی۔"

"پتا نہیں تم کیا کرنا چاہتے ہو؟"

"ایوسن کو اس جزیرے پر اپنی موجودگی کا یقین دلانا چاہتا ہوں۔"

دونوں نے مل کر گاڑی کو دھکا دیا اور وہ سچ مچ پہلے ہی دھکے میں غائب ہو گئی۔ لوسی نے اس کے پانی میں گرنے کی آواز سنی تھی۔ دراصل وہ ایک ٹیلے پر سے سمندر میں گرائی گئی تھی۔

"اب پیدل چلیں گے ہوٹل تک!" لوسی بھنا کر بولی۔

"شارٹ کٹ سے چلوں گا، فکر نہ کرو۔"

ہوٹل پہنچ کر یک بیک اس نے خوف زدہ انداز میں اچھلنا کودنا شروع کر دیا۔ ڈری ڈری سی آوازیں بھی اس کے حلق سے نکل رہی تھیں۔

"کیا ہوا؟" لوسی بوکھلا کر اس کی طرف جھپٹی۔

"مم... میری پشت پر قمیص کے نیچے کوئی چیز ہے۔" وہ خوف زدہ لہجے میں بولا اور پھر اچھلنے لگا۔

لوسی نے قمیص کھینچ کر پتلون سے نکال لی اور پچھلا دامن جھٹکنے لگی۔ ایک ادھ مرا پتنگا نکل کر فرش پر رینگنے لگا تھا۔

لوسی بے تحاشا ہنس پڑی اور اس نے برا مان کر کہا۔

"ہنس رہی ہو!"

پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے سینے پر رکھتا ہوا بولا۔

"دیکھو دل کتنی تیزی سے دھڑک رہا ہے۔"

لوسی ہنسی کے مارے لوٹ پوٹ ہوئی جا رہی تھی اور وہ کھسیانے انداز میں اسے برا بھلا کہہ رہا تھا۔

"تمہارا بھی جواب نہیں ہے۔" وہ ہنسی روکنے کی کوشش کرتی ہوئی بولی۔ "یا اتنے بڑے بڑے کارنامے انجام دو گے یا ایک بے حقیقت پتنگا تمہیں دہلا کر رکھ دے گا۔"

"کاٹ لیتا تو...؟" ڈھمپ نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "بزرگوں نے ٹھیک ہی کہا ہے کہ عورت کو سمجھنا بہت مشکل کام ہے یا ہمدردی کی حد کر دیں گی یا اتنی بے دردی سے مذاق اڑائیں گی۔"

لہجہ ایسا تھا کہ لوسی پھر ہنس پڑی۔

*

دوسری صبح ظفر نے جیمسن سے بقیہ آٹھ ہزار وصول کر لیے اور اسے گھونسا دکھاتا ہوا بولا۔ "آخری بار تمہیں معاف کر رہا ہوں۔ آئندہ اگر ایسی کوئی حرکت کی تو خوشخط کر دوں گا۔"

"کر دیجیے گا۔" جیمسن نے ناخوش گوار لہجے میں کہا۔

"اگر اس شخص کو پولیس نے پریشان کیا تو جس نے گاڑی خریدی ہے؟"

"میں بتاؤں! آپ اپنی گاڑی کی چوری کی رپورٹ درج کرا دیجیے۔"

"فضول بکواس مت کرو۔"

"اس طرح اس شخص کے خلاف کیس اور مضبوط ہو جائے گا، جس سے آپ کی گاڑی خریدنے کی حماقت سرزد ہوئی ہے۔ پکڑا جائے گا۔ رسید پیش کرے گا لیکن آپ کی تحریر بدست جیمسن ہو گی۔ ظاہر ہے کہ آپ کے دستخط میں نے ہی تو کیے تھے۔"

"اس بکواس کا مقصد کیا ہے؟"

"شرمندگی دور کر رہا ہوں۔ دراصل مجھے یہ چاہیے تھا کہ گاڑی کسی سڑک پر کھڑی کر کے یہ شہر ہی چھوڑ دیتا۔"

"اب ختم بھی کرو گاڑی کا قصہ!" ظفر دانت پیس کر بولا۔

"آپ کہتے ہیں تو ختم کیے دیتا ہوں ورنہ مجھے بھی بے حد افسوس ہے کہ اتنی سستی بک گئی۔"

"شٹ اپ!"

"او۔ کے یور ہائی نس!"

"وہ اخبار اُٹھاؤ اور ناشتے کے لیے فون کردو!"

جیمسن نے اخبار اُٹھا کر اُس کے سامنے رکھ دیا... اور کاؤنٹر کلرک کو ناشتے کے لیے فون کرنے لگا۔

سُرخی پر نظر پڑتے ہی ظفر چونک پڑا۔

"پُراسرار ہاتھ میں خنجر!"

جلدی جلدی خبر پڑھنے لگا، جس کے مطابق پچھلی رات پُراسرار ہاتھ نے جیل کے ایک پہرے دار کا خاتمہ کر دیا۔ دوسرے سنتری نے بیان دیا تھا کہ وہ اور اُس کا مقتول ساتھی پہرہ دے رہے تھے۔ اچانک وہ ہاتھ کسی طرف سے نمودار ہُوا اور اُس کے بائیں پہلو پر عین دل کے مقام پر وار کر کے آناً فاناً غائب ہوگیا۔ اس بار اُس ہاتھ میں خنجر تھا۔

"تت... تم نے یہ خبر پڑھی؟" ظفر نے سر اُٹھا کر جیمسن سے پوچھا۔

"کون سی خبر؟"

"سنتری کے قتل والی!"

"پڑھی تھی!" جیمسن نے بے پروائی سے کہا۔

"آخر سنتری کیوں؟"

"مر گیا! ورنہ اُسی سے پوچھ کر بتاتا۔ سُنیے یور ہائی نس! کیوں نہ ہم الگ رہیں؟"

"کیوں...؟" ظفر نے اُسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"میں نے تو اپنی داڑھی صاف کرا دی ہے لیکن آپ کی مصنوعی داڑھی کی وجہ سے ضرور پکڑے جائیں گے!"

"اچھا تو سُن! ابھی مجھ پر عورت کا میک اپ کیے دیتا ہوں!"

"صاحب! آپ مجھے یہاں ایک گوشے میں پڑا رہنے دیجیے!"

"بہت زیادہ ڈر گیا ہے شاید!"

"دستِ قضا میں خنجر کا اضافہ ہوگیا ہے!"

"اُونہہ... ریسیور کے بغیر وہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ ہم اگر محتاط رہیں تو ریسیور ہم تک پہنچ ہی نہیں سکتا... رچرڈسن کی ٹائی کی گرہ پر ایک اسٹار پن لگا ہُوا تھا۔ ریسیور اُسی اسٹار میں پوشیدہ تھا۔ لہٰذا اُس کی گردن اُس کی گرفت میں آگئی تھی!"

"ایک مخصوص آدمی کی کوششوں نے دوسرے مخصوص آدمی کی جان لی تھی۔ بے چارہ جیل کا سنتری کس شمار و قطار میں تھا۔ اس کا مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ ہر کس و ناکس دستِ قضا کا شکار ہو سکے گا!"

"موت سے ڈرتے ہو؟"

"آپ مار ڈالیے! مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا!"

"خیر ختم کرو اس قصے کو... کیا میں یہاں سے چلا جاؤں؟" ظفر نے اُس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

"جائیے یا نہ جائیے لیکن براہ کرم گاڑی کی نمبر پلیٹ ضرور تبدیل کر دیجیے۔ کیونکہ جس دلال کے توسط سے میں نے گاڑی بیچی تھی اُسی کے توسط سے خریدی بھی تھی۔ اگر خریدنے والا پکڑا گیا تو پولیس دلال تک ضرور پہنچے گی اور دلال اُسے اس گاڑی کے نمبر سے مطلع کر دے گا!"

"میں سمجھا تھا کہ تم یہ حرکت کر بھی چکے ہوگے!"

"مجھے موقع ہی نہیں مل سکا!"

"یہ بے حد ضروری ہے، ورنہ ضرور پکڑے جائیں گے!" ظفر اُسے گھورتا ہوا بولا۔

"سوال تو یہ ہے کہ ہم کب تک خانہ بدوشی کی زندگی بسر کریں گے۔ یہ بھی کوئی بات ہوئی کہ پولیس اس طرح ہمیں گھیرتی پھرے جیسے ہم مجرم ہوں۔ حالانکہ ہم پولیس سے زیادہ اہم ہیں!"

"ہر محکمے کا طریقِ کار الگ ہوتا ہے!"

دفعتاً کسی نے دروازے پر دستک دی۔ جیمسن نے اُٹھ کر دروازہ تھوڑا سا کھولا، پھر جھانک کر پورا کھول دیا تھا۔

ویٹر ناشتہ لایا تھا۔

ناشتے کے بعد ظفر نے پیدل ہی نکل جانے کی ٹھانی اور جیمسن کو ہدایت کر دی کہ اُس کی عدم موجودگی میں کسی نہ کسی طرح گاڑی کے نمبر ضرور بدل دے۔

رچرڈسن کا گھرانہ ابھی اُسی عمارت میں مقیم تھا جس میں رچرڈسن نیلے ہاتھ کا شکار ہُوا تھا۔ اُس نے سوچا اُسی طرف چلنا چاہیے۔ ملٹی فارم انٹرپرائزز کی زمینوں پر تو پولیس کا قبضہ تھا۔ لہٰذا مسز گوہن سے رابطہ قائم کرنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔

موجودہ میک اپ میں اُسے جیمسن اور صفدر کے علاوہ کوئی نہیں پہچان سکتا تھا۔ یہ میک اپ اُس نے سائیکو مینشن میں صفدر کے سامنے ہی کیا تھا، بلکہ صفدر نے اس سلسلے میں اُس کی کسی قدر مدد بھی کی تھی۔

ابھی وہ تھوڑی ہی دور چلا تھا کہ ایک گاڑی اُس کے قریب رُکی۔ اسٹیئرنگ کے سامنے صفدر نظر آیا۔

اُس نے اُسے گاڑی میں بیٹھنے کا اشارہ کیا تھا۔ وہ اگلی ہی سیٹ کا دروازہ کھول کر اُس کے برابر بیٹھ گیا۔

گاڑی آگے بڑھ گئی۔

صفدر نے ونڈ اسکرین پر نظر جمائے ہوئے کہا: "تمہاری گاڑی فیاض کے ماتحتوں نے ایک آدمی سمیت پکڑ لی ہے۔ کیا قصہ ہے؟"

ظفر الملک نے جھلائے ہوئے انداز میں جیمسن کی کہانی دُہرا دی۔

صفدر ہنس رہا تھا۔ کہانی کے اختتام پر بولا: "میں سمجھا تھا شاید عمران صاحب کی صحبت میں تم ایسے ہو گئے ہو... لیکن جیمسن کو تو تم نے پہلے ہی سے پال رکھا تھا!"

"وبالِ جان ہو گیا ہے کم بخت!"

"اچھا تو پھر اب تم اس گاڑی سے بھی ہاتھ دھو رکھو جو اُس نے چھ ہزار میں خریدی ہے۔ اُسے کسی جگہ سے فون پر ہدایت دو کہ ہوٹل فوراً چھوڑ دے اور گاڑی وہیں کھڑی رہنے دے۔ عمران صاحب نہیں چاہتے کہ فی الحال تم دونوں کیپٹن فیاض کے ہاتھ لگو!"

"میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ دلال کے توسط سے پولیس اس گاڑی کا سُراغ بھی پا لے گی!"

صفدر نے ایک ٹیلی فون بوتھ کے قریب گاڑی روکی اور ظفر نے فون پر جیمسن سے رابطہ قائم کرنا چاہا۔

کاؤنٹر کلرک نے اُسے بتایا کہ روم نمبر سترہ کا مکین کاؤنٹر ہی پر موجود ہے۔ ظفر کے کہنے پر اُس نے ریسیور جیمسن کو دے دیا تھا۔

"ہیلو جیمسن... میں ظفر ہوں... ہوٹل فوری طور پر چھوڑ دو۔ گاڑی جہاں کھڑی ہے وہیں چھوڑ دو!"

"میں اس وقت کاؤنٹر پر یہی کر رہا ہوں!" دوسری طرف سے جیمسن کی آواز آئی۔

"لیکن حساب کر دینے کے بعد میرے پاس صرف ساڑھے سات روپے باقی بچیں گے اور اب فی الحال میرے قبضے میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو میرے معیار کے مطابق میری کفالت کر سکے!"

"اچھا، مردود... وہاں سے نکل کر سیدھے جہانگیر پارک پہنچو... میں سنگِ بنیاد کے قریب تمہارا منتظر رہوں گا!"

سلسلہ منقطع کر کے وہ بوتھ سے باہر آیا اور صفدر کو بتایا کہ اُسے جہانگیر پارک پہنچنے کو کہہ آیا ہوں۔

صفدر نے کہا: "یہ زیادہ اچھا ہے۔ دراصل ہمیں اس وقت جزیرہ موبار پہنچنا ہے اور فلیٹیز ہوٹل میں قیام کریں گے۔ عمران صاحب کی ہدایت کے مطابق اُنہوں نے صرف تمہارے لیے کہا تھا لیکن میری دانست میں جیمسن کو تنہا چھوڑنا بہتر نہ ہوگا!"

⁂

صبح کے اخبارات دس بجے سے پہلے موبار نہیں پہنچتے تھے۔

عمران نے ہاتھ اور خنجر والی خبر دیکھی اور سناٹے میں آگیا۔ نوسی قریب ہی بیٹھی تھی۔ اُس کے شانے پر جُھک کر وہ بھی سُرخیوں پر نظر ڈالنے لگی تھی۔

"اوہو... پھر وہی قصہ!" اُس نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اور اس بار خنجر کی کہانی!" عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔

"ڈمپ! اب کیا ہوگا؟"

"اتنی بے تکلفی ہو جانے کے بعد بھی تم مجھے ڈیئی نہیں کہہ سکتیں۔ ڈمپ ہی کہتی رہو گی!"

"میں اس وقت بہت سنجیدہ ہوں!"

"ارے... جاؤ... بس... دس ہزار ہاتھ اور دس ہزار خنجر بھی مجھے متفکر نہیں کر سکتے۔ جتنے لوگوں کو مرنا ہے مرتے رہیں گے۔ کیا فرق پڑتا ہے!"

"تم عجیب ہو!"

"جب میں اپنے بارے میں سوچتا ہوں کہ کسی دن مر جاؤں گا تو بے حد خوشی محسوس کرتا ہوں!"

"مجھے اس جنجال سے نکالنے کے بعد مرنا۔ ابھی سے مرنے کی نہ سوچو!"

"اپنے سوچنے سے مر سکا ہوتا تو اس وقت تم مجھے یہاں نہ دیکھتیں!"

"اب بتاؤ... تم کیا کرو گے؟"

"میں تو اپنے کمرے سے نکلنے کی بھی ہمت نہیں کر سکتا۔

"پچھلی رات اُن دونوں نے ہمیں بار ہی میں دیکھا ہوگا اور وہیں سے پیچھے لگے ہوں گے، ہو سکتا ہے اس وقت پورے جزیرے میں ہم دونوں کی تلاش جاری ہو۔"

"ارے جاؤ... میں تمہیں اتنا بزدل نہیں سمجھتی، پچھلی رات تم نے متحیر کر دیا تھا۔"

"وہ تو ایک قسم کا دورہ پڑتا ہے لیکن وقوعے کے بعد یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کبھی ڈر کے مارے میرا ہارٹ فیل ہی ہو جائے۔"

"میں یقین نہیں کر سکتی۔" وہ اُس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی مسکرائی۔

"میں تو مر چکا ہوں گا تم یقین کرو یا نہ کرو۔"

"مرنے کی باتیں کیوں کرتے ہو؟"

"جینے اور مرنے کے علاوہ اس دُنیا میں اور رکھا ہی کیا ہے؟"

"بس خاموش!" وہ ہاتھ اُٹھا کر بولی۔

دفعتاً کسی نے دروازے پر دستک دی اور عمران نے لوسی کو باتھ رُوم میں چلے جانے کا اشارہ کرتے ہوئے آہستہ سے کہا۔ "جب تک میں آواز نہ دوں باہر نہ آنا۔"

اُس نے خاموشی سے اس ہدایت پر عمل کیا تھا۔ عمران نے ریڈی میڈ میک اپ ناک پر چسپاں کرتے ہوئے... دروازہ کھولا۔ اس کا اندازہ غلط نہیں نکلا تھا۔ دو اجنبی سامنے کھڑے تھے۔

"معاف کیجیے گا۔" ایک نے بڑی لجاجت سے کہا۔ "کیا ہم اندر آسکتے ہیں؟"

"ضرور... ضرور...!" عمران پیچھے ہٹتا ہوا بولا۔

وہ کمرے میں داخل ہو کر چاروں طرف دیکھنے لگے۔

"چھت ٹپکتی نہیں ہے۔" عمران نے خوشی ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

"آپ یہاں تنہا مقیم ہیں؟"

"جی نہیں... میری خالہ بھی ساتھ ہیں۔"

"کہاں ہیں؟"

"باہر تشریف لے گئی ہیں لیکن آپ کو اس سے کیا؟"

"دراصل ہمارا تعلق موبار کی پولیس سے ہے۔ ہمیں دو مجرموں کی تلاش ہے ایک عورت اور ایک مرد!"

"میری شکل ہی ایسی ہے۔" عمران نے مغموم لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب؟"

"صورت ہی سے مجرم معلوم ہوتا ہوں، پکڑ لے چلیے۔"

"جی نہیں... ایسی کوئی بات نہیں، ہمیں جن کی تلاش ہے وہ آپ نہیں ہو سکتے۔ اچھا تکلیف دہی کی معافی چاہتے ہیں۔"

وہ دونوں کمرے سے باہر چلے گئے۔ عمران اُن کے ساتھ ہی ساتھ راہداری میں نکل آیا۔ اُس نے اُنہیں برابر والے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹاتے دیکھا اور چُپ چاپ کمرے میں آکر دروازہ بولٹ کر دیا۔

ریڈی میڈ میک اپ چہرے سے الگ کر کے جیب میں ڈال لیا۔ اُس نے سوچا کہیں لوسی اُس کو اس شکل میں دیکھ کر چیخنا نہ شروع کر دے۔

اس کے بعد اُس نے ہینڈل گھما کر باتھ رُوم کا دروازہ کھولا تھا۔

لوسی کا چہرہ فق تھا۔ اُس نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔ "کیا ہوا؟"

"کچھ بھی نہیں، چلے گئے جزیرے کی پولیس کے دو آدمی تھے اُنہیں ایک عورت اور مرد کی تلاش تھی۔" عمران بائیں آنکھ دبا کر مسکرایا۔

"میں سُن رہی تھی... اور یقین کرو کہ جو تم سے گفتگو کر رہا تھا اسی کی آواز میں نے رات بھی سُنی تھی۔"

"میں پہلے ہی یقین کر چکا ہوں۔"

"لیکن میں نے تمہاری آواز حیرت انگیز طور پر بدلی ہوئی محسوس کی تھی۔"

"اصل آواز میں تمہیں خالہ کیوں کر کہہ سکتا؟"

"بہت سُور ہو!"

"اچھا...!" عمران نے خوش ہو کر پوچھا۔ "کیا سُور میری ہی طرح خالہ کہتے ہیں؟"

"شٹ اپ!" وہ اٹھلائی۔

عمران فی الحال اُس سے پیچھا چھڑانا چاہتا تھا۔ کسی نہ کسی طرح ڈاکٹر داور سے رابطہ قائم کرنا ضروری تھا۔

فون استعمال نہیں کرنا چاہتا تھا۔ صفدر کا منتظر تھا۔ وہ لوگ بارہ بجے سے قبل نہیں پہنچ سکے تھے۔ عمران ریڈی میڈ میک اپ میں کمرے سے باہر نکلا تھا۔

ظفر اور جیمسن اُسے نہ پہچان سکے لیکن صفدر اس میک اپ سے واقف تھا۔ عمران اشارے سے اُسے اُن دونوں سے الگ لے جا کر بولا۔ "رُوم نمبر گیارہ کی کڑی نگرانی کرنا... لوسی ہے... میں نے اُسے ہدایت کر دی ہے کہ میری واپسی تک کمرے سے باہر نہ نکلے لیکن میں نے جیمسن کو ساتھ لانے کے لیے تو نہیں کہا تھا۔"

صفدر نے جلدی جلدی ظفرالملک کی بپتا دہرائی... اور عمران گھنی مونچھوں کے پیچھے مسکرا کر بولا۔ "اب وہ بہ آسانی پہچانا نہ جاسکے گا۔ خیر اُنہیں سمجھا دینا جزیرے میں سیر سپاٹا نہ فرمائیں گے۔ تم نے لانچ کس ساحل پر چھوڑی ہے؟"

"جہاں کے لیے آپ نے ہدایت دی تھی۔"

"ٹھیک ہے، میں چلا... میری واپسی تک تم ہوٹل ہی میں ٹھہر کر لوسی کی حفاظت کرو گے!"

"آپ مطمئن رہیے۔"

پھر عمران اُس ساحل پر پہنچا تھا۔ صفدر والی لانچ لنگر انداز تھی۔

کچھ دیر بعد لانچ شہری ساحل کی طرف بڑھ رہی تھی۔ عمران خود ہی اُسے اسٹیئر کر رہا تھا۔

دو گھنٹے بعد وہ ڈاکٹر داور کی تجربہ گاہ میں نظر آیا۔ یہاں ریڈی میڈ میک اپ کی ضرورت باقی نہیں رہی تھی۔ اس لیے تجربہ گاہ میں داخل ہونے سے پہلے ہی اُسے چہرے سے الگ کر دیا تھا لیکن اب بھی تھا میک اپ ہی میں۔

"تم آخر کتنی شکلیں بدل سکتے ہو؟ اُس دن کسی دوسری شکل میں آئے تھے۔" ڈاکٹر داور نے کہا۔ "بہرحال میں تمہارا منتظر تھا۔ پچھلی رات دس بج کر پندرہ منٹ پر... لیکن یہ بڑی عجیب بات ہے کہ مستقر کے فاصلے میں حیرت انگیز طور پر کمی ہوئی ہے۔"

"کتنی کمی؟" عمران نے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔

"پہلے فاصلہ یہاں سے ساٹھ میل تھا لیکن پچھلی شب صرف گیارہ میل مشرق کی طرف۔"

"یہ تو جیل کے آس پاس ہی کی بات ٹھہری۔" عمران نے متفکرانہ لہجے میں کہا۔

"اور ہاں سنو! اُس دن میرے اسسٹنٹ نے تمہیں جو ریکارڈ دکھایا تھا اُس میں تم ایک صفحہ روا روی میں بھی نظر انداز کر گئے تھے۔ اس دوران بھی ایک دن کا فاصلہ ساٹھ میل سے کم ہو گیا تھا اور سمت بھی مختلف تھی۔"

عمران نے ریکارڈ کے اس صفحے پر نظر ڈالی۔ تاریخ وہی تھی جس میں رچرڈسن قتل ہوا تھا۔ فاصلہ چودہ میل سمت جنوب!

اُس کے اندازے کے مطابق ڈاکٹر داور کی تجربہ گاہ سے رچرڈسن کی کوٹھی کم از کم چودہ میل ضرور ہی ہوگی اور سمت بھی جنوب ہی ہو سکتی تھی۔

اُس نے دوسرا صفحہ اُلٹا۔ یہ اُس رات کی رپورٹ تھی۔ جب وہ ہاتھ دوبارہ حرکت میں آیا تھا۔ ایک بار ڈاکٹر انگلم کے سلسلے میں اور دوسری بار عمران کی فلیٹ ہیٹ لے گیا تھا۔ اس صفحے پر اُس کے مستقر کا فاصلہ ساٹھ میل درج کیا گیا تھا۔

عمران طویل سانس لے کر ڈاکٹر داور کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"تو پھر!" وہ آہستہ سے بولا۔ "اُس کا کنٹرول سسٹم اتنا مختصر معلوم ہوتا ہے کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ بہ آسانی منتقل کیا جا سکے۔"

"یقیناً... اب اس کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا ہے۔" ڈاکٹر داور پُر تشویش لہجے میں بولے۔

"لہٰذا فی الحال یہ توقع بھی ختم ہو گئی کہ اُس کا مستقر معلوم کر کے اُسے تباہ کیا جا سکے گا۔" عمران بڑبڑایا۔

"تم کیا کرتے پھر رہے ہو؟"

"کچھ بھی نہیں، سوال تو یہ ہے کہ اُسے کہاں تلاش کیا جائے؟"

"سنو!" ڈاکٹر داور عمران کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولے۔ "میں اس دوران میں کسی ایسے حربے کے امکانات پر غور کرتا رہا ہوں جو اُسے تباہ کر سکے۔"

"یہ تو بڑی اچھی بات ہوگی۔ کم از کم کچھ لوگوں کی زندگیاں تو محفوظ رہیں گی۔"

"لیکن...!" ڈاکٹر داور متفکرانہ لہجے میں بولے۔ "ایک دشواری پر قابو پانا میرے لیے ممکن نہیں... میرا حربہ اس کا تعاقب کر کے اُسے تباہ ضرور کر دے گا لیکن اس کے سُلگتے ہوئے ٹکڑے اوپر سے گر کر عمارتوں کو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔"

عمران کچھ نہ بولا۔ وہ ڈاکٹر داور کی میز پر رکھے ہوئے ٹیلی فون کو گھورے جا رہا تھا۔

"کیا میں... آپ کا فون استعمال کر سکتا ہوں؟" عمران نے ڈاکٹر داور سے پوچھا۔

"ضرور... ضرور...!"

اُس نے کیپٹن فیاض کے نمبر ڈائل کیے۔ دوسری طرف سے فوراً جواب ملا۔

"جیل کے سنتری کی موت کا مطلب سمجھتے ہو؟" عمران نے طنزیہ لہجے میں سوال کیا۔

"اوہ... تم...!" دوسری طرف سے آواز آئی۔ "کیوں مجھے پریشان کر رہے ہو؟"

"سنو...! اگر تم چاہتے ہو کہ مزید پریشانیاں تم پر نازل نہ ہوں تو فی الحال مجھ سے ملنے کی کوشش نہ کرو۔ اس آدمی کو چھوڑ دو جس نے ظفر کی گاڑی خریدی ہے۔ ظفر اور جیمسن کے سلسلے میں بھی اپنی تگ و دو ختم کر دو۔ ڈاکٹر انگھم کو تلاش کرو یا اُس لاش کو تفتیش کا مرکز بناؤ جو تمہاری موجودگی میں غائب کر دی گئی تھی۔"

"اچھی بات ہے۔" دوسری طرف سے فیاض کی مُردہ سی آواز آئی۔ "لیکن ابھی تم نے سنتری کے قتل سے متعلق کیا کہا تھا؟"

"ریناولیمز کی رہائی کے مطالبے میں مزید زور پیدا کرنے کے لیے اُسے قتل کیا گیا ہے۔"

"لیکن اُس کی رہائی ناممکن ہے۔"

"یہ تمہارا اپنا معاملہ ہے۔ ہو سکتا ہے، دوسرا شکار تمہارا ہی کوئی ماتحت ہو۔ اُنہیں اچھی طرح سمجھا دو کہ کسی سے بھی کسی قسم کے تحفہ جات قبول نہ کریں۔"

"اچھا... اور کچھ... لیکن تم کیا کرتے پھر رہے ہو؟"

"فی الحال تو انگھم کی طرف سے کسی حملے کے خوف کی بنا پر چھپا چھپا پھر رہا ہوں۔ اچھی بات ہے دوست خدا حافظ۔"

عمران سلسلہ منقطع کر کے ڈاکٹر داور کی طرف متوجہ ہوا۔ اُنہیں اپنی ہی جانب نگراں پایا۔

"ڈاکٹر صاحب!" وہ اُن کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ "کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ آپ اپنے حربے میں کسی قدر تبدیلی کر دیں۔"

"کس طرح؟"

"یقیناً... وہ کوئی خودکار حربہ ہو گا جسے آپ وائرلیس سے کنٹرول کریں۔"

"ہاں... ہاں...!"

"اُس کے دو حصے ہوں گے۔ ایک وہ جو انگھم کے حربے کا تعاقب کرے گا اور دوسرا وہ جو اُس کے مقابل پہنچ کر اُسے تباہ کرے گا۔"

"ظاہر ہے!"

"آپ صرف وہ حصہ تیار کرا دیجیے جس کا تعلق تعاقب سے ہو اور اُس سے میرا ایک حربہ اٹیچ کرا دیجیے۔"

"اس سے کیا ہو گا؟"

"وہ حربہ اُسے اس طرح تباہ کرے گا کہ اُس کے ریزے بھی نظر نہ آسکیں گے۔ بس ایسا معلوم ہو گا، جیسے اُس کا شکار فضا میں تحلیل ہو گیا ہو۔"

"کیا بہت زیادہ تفکرات نے تمہارے ذہن پر کوئی بُرا اثر ڈالا ہے؟"

عمران ہنس پڑا... اور پھر بولا۔ "ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں اُس کا ڈایاگرام بھی تیار کیے دیتا ہوں۔ حربہ میرا کوئی آدمی آپ تک پہنچا دے گا۔ آپ یہیں اُس کا تجربہ بھی کر لیجیے گا۔"

"بڑی عجیب باتیں کر رہے ہو؟"

عمران نے پندرہ منٹ کے اندر اندر ڈایاگرام تیار کر کے ڈاکٹر داور کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔ "فرض کیجیے... یہ آپ کا خودکار آلہ ہے۔ یہاں اُس جگہ میرا حربہ فٹ کر دیجیے گا اور اپنے آلے کا کوئی پُرزہ میرے حربے کے ٹریگر سے اس طرح اٹیچ کر دیجیے گا کہ جیسے ہی انگھم کا قاتل ہاتھ سامنے آئے میرے حربے کا ٹریگر دب جائے۔"

"ہوں... ہوں!" ڈاکٹر داور نے ڈایاگرام کا بغور جائزہ لیتے ہوئے کہا۔ "ممکن ہے۔ اوہو... اچھا تو یہ تمہارا حربہ پستول کی شکل کا ہے۔"

"جی ہاں!"

"اچھی بات ہے۔"

"اس سلسلے میں ایک درخواست یہ بھی ہے کہ آپ اسے امانتاً اپنے پاس رکھیں گے اور فی الحال اُس کا تجزیہ نہیں کریں گے۔ ہو سکتا ہے کہ اس طرح وہ ضائع ہو جائے۔"

"نہیں بالکل نہیں!" وہ عمران کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے مسکرانے لگے۔

⁂

شام کے پانچ بجے تھے، جب عمران نے موبار کے ساحل پر قدم رکھا۔

موسم اچھا نہیں تھا۔ آسمان بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ ہوا معمول سے زیادہ تیز اور خنک تھی۔ ایسے حالات میں بارش ضرور ہوتی تھی۔

لانچ اُس نے مشرقی کنارے پر روکی تھی۔ یہاں سے... وہ عمارت زیادہ دُور نہیں تھی جس میں ان دنوں مارک ایولن کا قیام تھا۔

اس بار وہ لانچ میں تنہا نہیں تھا۔ خاور ساتھ آیا تھا۔ اُسے ساحل پر اُتار کر لانچ مشرقی ساحل سے ہٹا لے گیا۔

عمران نے یہاں مارک ایولن سے متعلق خاصی چھان بین کر لی تھی۔ اُسے معلوم ہوا تھا کہ اُس کی کوٹھی کے آس پاس لینڈ کرنے والی کشتیوں کے مالک خاصے پریشان کیے جاتے ہیں۔ اس لیے اُس نے دیدہ دانستہ اس طرف کے ساحل پر لانچ رکوائی تھی۔

کچھ ہی دُور چلا ہو گا کہ دو آدمیوں نے راستہ روک لیا۔

عمران اس وقت بھی ریڈی میڈ میک اَپ میں تھا۔ یعنی بھدی ناک کے نیچے جھکاؤ دار مونچھوں کا سائبان تھا۔ جس نے ہونٹوں کو پوری طرح ڈھانک لیا تھا۔

"تم کس کی اجازت سے اس گھاٹ پر اُترے ہو؟" ایک نے کڑک کر پوچھا۔

"مجھے نہیں معلوم تھا کہ یہاں لینڈ کرنے کے لیے اجازت کی ضرورت ہوتی ہے... کیا یہ ملٹری ایریا ہے؟"

"نہیں... پرائیویٹ پراپرٹی ہے۔"

"مجھے بے حد افسوس ہے کہ لاعلم تھا۔"

"لانچ کہاں گئی؟"

"شہر واپس گئی۔"

"تم کہاں جا رہے ہو؟"

"کئی دن سے میرا قیام فلیٹیز میں ہے۔ آج صبح ایک کام سے شہر گیا تھا۔"

"تمہیں ہمارے باس کے سامنے جوابدہی کرنی ہو گی۔"

"کون ہے تمہارا باس؟"

"مارک ایولن!"

"آہا! تو کیا وہ جزیرے میں موجود ہیں؟"

"کیوں؟" مخاطب کے لہجے میں شُبے کی جھلک تھی۔

"اُن کے لیے میرے پاس ایک اہم خبر ہے۔ مجھے ضرور اُن کے سامنے پیش کرو۔"

"تم ہو کون؟"

"کیا تم بالکل گدھے... ہو؟" عمران نے حیرت سے کہا اور وہ دونوں چراغ پا ہو گئے۔

"بُرا ماننے کی ضرورت نہیں!" عمران نے نرم لہجے میں کہا۔ "عقل استعمال کرو!"

"پتا نہیں کیا بک رہے ہو؟"

"اگر میرے پاس کوئی اہم خبر ہے تو مسٹر ایولن کے علاوہ اور کسی کو نہیں بتا سکتا کہ میں کون ہوں۔"

"اچھی بات ہے! تو چلو ہمارے ساتھ!"

"تم گھاس تو نہیں کھا گئے۔"

"کیا مطلب؟"

"میں فلیٹیز کے کمرہ نمبر گیارہ میں مقیم ہوں۔ مارک ایولن کو وہیں بھیج دینا۔"

"ابھی تم نے کہا تھا کہ مجھے اُن کے سامنے پیش کرو۔" ایک نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"تم نے غلط سُنا تھا۔ میں نے کہا تھا مارک ایولن کو... میرے سامنے پیش کرو۔"

"کیا تمہاری موت آئی ہے؟" دونوں نے بیک وقت کہا اور عمران پر جھپٹ پڑے۔ دونوں کے سر آپس میں زور سے ٹکرائے تھے اور عمران دُور کھڑا ہنس رہا تھا۔ شاید اُن کی سمجھ میں نہیں آسکا تھا کہ ایسا کیوں کر ہوا۔

"بس جاؤ... یہ معانقے کا نمونہ تھا۔" عمران بولا۔ "میں خود ہی تھوڑی دیر بعد مسٹر ایولن سے مل لوں گا۔ اُن سے کہہ دینا میرے منتظر رہیں۔"

"تم ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھا سکو گے۔" ایک نے کہا۔ اُن کے ریوالور نکل آئے تھے۔

"تمہیں باس کے سامنے حاضر ہونا ہی پڑے گا...؟" دوسرا بولا۔

"مجبوری!" عمران نے طویل سانس لے کر شانوں کو جنبش دی۔

وہ دونوں اُس کی کمر سے ریوالور لگائے اُسے عمارت کی طرف لے جا رہے تھے۔

اب وہ سوچ رہا تھا کہ اُس سے سچ مچ حماقت سرزد ہوئی ہے۔ اُن سے اُلجھے بغیر نکل جانے کی کوشش کرنی چاہیے تھی یا پھر بات بڑھانے کی بجائے چُپ چاپ مارک ایولن کے پاس چلا جاتا۔

وہ عمارت قلعہ ثابت ہوئی۔ جگہ جگہ پہرے دار نظر آئے تھے۔ بالآخر ایک کمرے میں عمران کو بٹھا کر ان میں سے

ایک وہاں سے چلا گیا، دوسرا ریوالور لیے سر پر مسلط رہا تھا۔

* *

تھوڑی دیر بعد عمران نے وزنی قدموں کی آواز سنی... اور بلڈاگ کی سی گردن رکھنے والا ایک سفید آدمی کمرے میں داخل ہوا۔ عمران کو چند لمحے خاموشی سے گھورتے رہنے کے بعد بولا۔

"کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"میں فلپ صاحب کا باڈی گارڈ تھا۔"

"کون فلپ صاحب؟"

"یہ بتانا بہت مشکل ہے لیکن میں نے اُن کی زبانی آپ کا ذکر سنا تھا اور اُن کے اچانک غائب ہو جانے کے بعد آپ سے ملنا چاہتا تھا۔ یہاں آکر معلوم ہوا کہ آپ جزیرے میں نہیں ہیں۔"

"میں کسی فلپ کو نہیں جانتا لیکن تمہیں تمہاری بے ہودہ گوئی کی سزا ضرور ملے گی۔ اوّل تو تم نے میری اجازت کے بغیر میرے ساحل پر لینڈ کیا اور پھر میرے آدمیوں کو بے وقوف بنانے کی کوشش کر رہے تھے۔"

"محض اس لیے کہ آپ تک یقینی طور پر رسائی ہو جائے۔"

"فضول باتیں نہ کرو۔" وہ حلق پھاڑ کر دہاڑا۔ "ایک ٹانگ پر کھڑے ہو جاؤ اور تا حکمِ ثانی اسی طرح کھڑے رہو!"

عمران نے سہم جانے کی ایکٹنگ کرتے ہوئے ایک ٹانگ اُٹھائی اور مارک اپنے آدمی سے بولا۔ "اگر یہ دوسری ٹانگ زمین پر رکھے تو شوٹ کر دینا۔"

"او۔ کے باس!"

مارک ایولن دروازے کی طرف مڑا اور فوجیوں کی سی چال سے باہر نکل گیا۔

"واہ بھئی!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "یہ بھی ایک رہی... ہمدردی میں ٹانگ اُٹھائے کھڑے ہیں۔"

"خاموش رہو!" نگراں ریوالور کو جنبش دے کر غرایا۔

"یار تم میری ہی طرح کالے ہو تم تو کسی قدر شرافت کا برتاؤ کرو۔"

"نمک حرام کالا نہیں ہوں۔"

"نہیں بھائی! بلکہ کالا نمک ہو۔" عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"ٹانگ زمین پر ٹکانے پر شوٹ کر دینے کا حکم محض دھمکی نہیں تھا۔" نگران بولا۔

"بالکل جنگلی سؤر معلوم ہوتا ہے صورت حرام!" عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"اے تم اپنی زبان کو لگام دو!"

"اگر لگام دے سکتا ہوں تو دولتیاں بھی جھاڑ سکتا ہوں۔"

"چپ چاپ کھڑے رہو!"

دفعتاً عمران نے پھر بھاری قدموں کی آواز سنی اور دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔

آنے والا مارک ایولن ہی تھا۔ وہ پھر عمران کو گھورنے لگا۔ پھر اچانک گھونسا تان کر غرایا۔ "میرا گھونسا جبڑے توڑ دیتا ہے۔"

اُس نے بڑے زور و شور سے حملہ کیا تھا لیکن عمران کنی کاٹ گیا۔ وہ نہ صرف بچا تھا بلکہ دیسی نگران کے ہاتھ سے ریوالور بھی جھپٹ لیا گیا تھا۔

مارک ایولن اپنے ہی زور میں دیوار سے جا ٹکرایا... اور دہاڑتا ہوا مڑا تو عمران کے ہاتھ میں ریوالور دیکھ کر جہاں تھا وہیں رک گیا۔ اُس کا دیسی ملازم کھڑا احمقانہ انداز میں ہاتھ مل رہا تھا۔

"اب آپ میری بات سن سکیں گے مسٹر مارک ایولن!" عمران اُس کے دل کا نشانہ لیتا ہوا پُرسکون لہجے میں بولا۔

ایولن اور اُس کے ملازم نے اپنے ہاتھ اُٹھا دیے تھے۔

"میرے مالک فلپ صاحب سے صرف یہی غلطی ہوئی تھی کہ اُنہوں نے مجھ پر اعتماد نہیں کیا تھا۔ ظفر اور لُوسی کے ریگل لاج میں داخل ہو جانے کے بعد مجھے باہر ہی چھوڑ گئے تھے۔"

ایولن اُسے گھورتا رہا کچھ بولا نہیں۔

عمران نے ریوالور اُس کے ملازم کی طرف اچھالتے ہوئے کہا۔ "لو سنبھالو مجھے اتنا ہی کہنا تھا۔"

مارک ایولن نے ہاتھ گرا دیے۔ اُس کی آنکھوں کی درشتی تحیر کی جھلکیوں میں تبدیل ہو گئی تھی۔

"اب اجازت دیجیے، مسٹر مارک ایولن!... تھوڑی دیر بعد آپ کی امانت بھی آپ تک پہنچا دوں گا۔" عمران نے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

"ٹھہرو...!" مارک ہاتھ اُٹھا کر بولا۔ "مجھے افسوس ہے۔ تم کس امانت کا ذکر کر رہے ہو؟"

"لُوسی...!"

"لُوسی؟" مارک ایولن نے اپنے نچلے ہونٹ پر زبان پھیری۔

"ہاں... وہ میں ہی تھا جو لُوسی کو وہاں سے نکال لایا۔ پولیس اب بھی اُس کی تلاش میں ہے۔"

"میرے ساتھ آؤ!" مارک ایولن نے دروازے کی طرف مڑتے ہوئے کہا۔

وہ اُسے ایک کمرے میں لایا جو اعلیٰ درجے کے فرنیچر سے آراستہ کیا گیا تھا۔

"بیٹھ جاؤ!" اُس نے ایک صوفے کی طرف اشارہ کیا۔

"شکریہ مسٹر ایولن!" عمران بیٹھتا ہوا بولا۔

"مجھے فلپ کے کسی چھٹے ملازم کا علم نہیں۔"

"حیرت ہے وہ پانچوں میرے ہی توسط سے ملازم رکھے گئے تھے اور میری حیثیت باڈی گارڈ کی تھی۔"

"مجھے لاعلم رکھنے میں اُس کی اپنی کوئی مصلحت رہی ہوگی۔ خیر! تم اس ٹریجڈی کے بارے میں کیا جانتے ہو؟"

"میں وہی جانتا ہوں جو کچھ مجھے لُوسی سے معلوم ہوا ہے۔"

"ہوں... بتاؤ! میں سن رہا ہوں۔"

"مسٹر فلپ نے لُوسی کے ہاتھ میں ریوالور دے کر کہا تھا کہ ظفر کو کور کیے رکھو میں اُس کے ہاتھ پیر باندھنے جا رہا ہوں اگر یہ مجھ سے اُلجھنے کی کوشش کرے تو بے دریغ فائر کر دینا۔ ہو سکتا ہے مسٹر فلپ نے محض ظفر کو سنانے کے لیے کہا ہو لیکن لُوسی جو ایسے معاملات سے ہمیشہ دُور ہی رہی تھی سچ سمجھی اور دوسری طرف ظفر بھی سچ مچ مرنے مارنے پر آمادہ ہو گیا۔ دونوں کے درمیان کش مکش ہوتے ہی لُوسی نروس ہو گئی اور ریوالور سے فائر ہو گیا۔ گولی مسٹر فلپ کے لگی۔"

"اوہ... تو لُوسی!"

"جی ہاں سنتے رہیے، ظفر نے بعد میں اُسے دھمکانا شروع کیا اور اُس سے سب کچھ معلوم کرنے کے بعد باس کی لاش اُس تھیلے میں ٹھونس دی جو خود اُس کے لیے تھا۔ تھیلا بھی دروازے کے پاس رکھ دیا گیا اور اُس وقت لُوسی کی پشت پر ریوالور کی نال رکھی ہوئی تھی جب اُس نے باس کے تین ملازموں سے کہا تھا کہ وہ تھیلا لے جائیں... باس اور لُوسی بعد میں پہنچیں گے۔ اس کے بعد ظفر، لُوسی کو لیے ہوئے صدر دروازے سے باہر آیا تھا کہ میں نے انہیں دیکھ کر اندازہ کر لیا کہ ضرور کوئی گڑبڑ ہوئی ہے۔ باہر ظفر کی گاڑی موجود نہیں تھی کیونکہ وہ جیمسن سمیت پہلے ہی لے جائی جا چکی تھی۔ لہٰذا اُنہیں کچھ دُور پیدل چلنا پڑا۔ میں باس کی گاڑی میں بیٹھا اُنہیں دیکھتا رہا، جب کچھ دُور نکل گئے تو میں نے انجن اسٹارٹ کیا اور آہستہ آہستہ گاڑی اُن کی طرف بڑھانے لگا۔ اُنہوں نے اس دوران میں ٹیکسی کر لی۔ پتا نہیں ظفر اُسے کہاں لے جانا چاہتا تھا کیونکہ ٹیکسی ڈائمنڈ بیچ والی سنسان سڑک پر نکل گئی تھی۔ میرے لیے یہ بہترین موقع تھا۔ میں نے فائر کر کے ٹیکسی کے دونوں پچھلے ٹائر پھاڑ دیے۔ ظفر خطرے کی بُو سونگھ چکا تھا۔ لہٰذا گاڑی سے چھلانگ مار کر بھاگ نکلا۔ میں نے ٹیکسی ڈرائیور کو کور کیے ہوئے لُوسی کو نیچے اُتارا اور باس کی گاڑی میں بٹھا کر لے کر بھاگا۔ مجھے دیکھ کر لُوسی کسی قدر حواس میں آئی... اور جلدی جلدی اپنی کہانی دہرانے لگی۔ اس کے بعد میں نے یہی مناسب سمجھا تھا کہ گاڑی دوبارہ ریگل لاج کی طرف لے جاؤں اور اسے وہیں چھوڑ کر لُوسی سمیت کوئی پناہ گاہ تلاش کروں۔ لُوسی ہی کا مشورہ تھا کہ آپ کے پاس پہنچ کر آپ کو ان حالات سے آگاہ کر دیا جائے۔"

عمران خاموش ہو کر دوسری طرف دیکھنے لگا۔

"تم نے بڑا کام کیا۔" مارک ایولن طویل سانس لے کر بولا۔ "لیکن میں بھی تمہاری مشاقی کا نمونہ دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"کیسی مشاقی؟"

"یہی کہ تم چلتی گاڑی سے کسی دوسری تیز رفتار گاڑی کے ٹائر پھاڑ سکتے ہو۔"

"چار۔ فائر سے چاروں ٹائر... مسٹر ایولن؟"

"اُٹھو!... یہ ایک دلچسپ کھیل ہوگا۔" مارک ایولن اُٹھتا ہوا بولا۔

عمران کا خیال تھا کہ وہ فوری طور پر لُوسی تک پہنچنے کی خواہش ظاہر کرے گا لیکن وہ اس واقعے کی تصدیق کرنے پر تل گیا تھا کہ وہ ٹیکسی کے ٹائر پھاڑ سکا ہوگا۔

"میں تیار ہوں مسٹر...!" عمران بھی اُٹھ گیا۔

"اگر تمہاری یہ صلاحیت ہر حال میں برقرار رہتی ہے تو فلپ کی موت کے بعد بھی تم خسارے میں نہ رہو گے۔"

وہ عمارت سے باہر آئے اور مارک اُنہیں اُس حصے میں لے گیا، جہاں کئی گاڑیاں کھڑی ہوئی تھیں۔

"اپنے لیے کوئی گاڑی منتخب کر لو میں تمہارے ہی ساتھ

بیٹھوں گا۔" مارک بولا۔

"کوئی سی بھی گاڑی۔ آپ ہی منتخب کر لیجیے مسٹر ایولن!" عمران نے بے پروائی سے کہا۔

ایولن نے کسی کو آواز دی۔ ایک آدمی ایک گاڑی سے اُتر کر قریب آ کھڑا ہوا۔ ایولن نے اُس سے کہا۔ "ہم ایک تجربہ کرنے جا رہے ہیں۔ تم کسی گاڑی میں بیٹھ کر اُسے تیزی سے بھگاؤ۔ اس شریف آدمی کا دعویٰ ہے کہ گاڑی خواہ کسی انداز سے چل رہی ہو۔ یہ دوسری گاڑی سے فائر کر کے اُس کے چاروں ٹائر پھاڑ دے گا۔"

اُس آدمی نے عمران کو بڑی حقارت سے دیکھتے ہوئے سر کو جنبش دی اور اسی گاڑی میں جا بیٹھا، جس سے اُتر کر آیا تھا۔

ایولن عمران والی گاڑی کی پچھلی نشست پر جا بیٹھا۔

"کیا تمہارے پاس ریوالور موجود ہے؟... یا میں دوں۔"

ایولن نے عمران سے پوچھا۔

"موجود ہے مسٹر ایولن!"

اگلی گاڑی کے کچھ دُور جانے کے بعد عمران نے اپنی گاڑی اسٹارٹ کی۔ اگلی گاڑی کا ڈرائیور بڑا مشاق معلوم ہوتا تھا۔ اُس نے شروع ہی سے خیال رکھا تھا کہ عمران کو ٹائروں کا نشانہ آسانی سے نہ لینے دے۔

عمران نے بائیں ہاتھ سے اسٹیئرنگ سنبھال رکھا تھا اور اس کے داہنے ہاتھ میں ریوالور تھا۔

دفعتاً اُس نے ایکسیلیٹر پر دباؤ ڈالا اور گاڑی ہوا ہو گئی۔ اگلی گاڑی کے قریب پہنچ کر اُس نے اپنی گاڑی بائیں جانب ترچھی کی اور پے در پے دو فائر کیے۔ دو دھماکے ہوئے اور پھر بڑی پھرتی سے گاڑی کا رُخ بدلا اور تیسرا فائر جھونک مارا۔ اگلا تیسرا ٹائر پھٹتے ہی گاڑی اُلٹ گئی... اُلٹے اُلٹے عمران نے چوتھا فائر کیا تھا۔

"بریوو... وَنڈرفل!" مارک پچھلی سیٹ سے دہاڑا۔

اور عمران گاڑی روک کر اُلٹی ہوئی گاڑی کی طرف جھپٹا... پھر اگلی سیٹ کا دروازہ کھول کر وہ بدقت تمام زخمی ڈرائیور کو اسٹیئرنگ اور سیٹ کے درمیان سے نکال سکا تھا۔

مارک ایولن جوش میں بھرا ہوا عمران کی پیٹھ ٹھونک رہا تھا۔ ڈرائیور کی اسے ذرّہ برابر بھی پروا نہیں معلوم ہوتی تھی۔ ڈرائیور بے ہوش تھا اور رُک رُک کر سانس لے رہا تھا۔

* * *

تاریکی پھیل رہی تھی لیکن ڈھمپ کا کہیں پتا نہ تھا۔ لُوسی کمرے ہی میں مقید ہو کر رہ گئی تھی۔ ڈھمپ کی ہدایت کے مطابق اُس کی واپسی تک اُسے کمرے ہی تک محدود رہنا تھا۔

"عجیب آدمی ہے!" اُس نے بڑبڑاتے ہوئے انگڑائی لی۔

... اور آئینے کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔

وہ سوچ رہی تھی، بدمعاشوں کے ساتھ رہ کر اتنا شریف ہونا سچ مچ حیرت انگیز ہے۔ پچھلی رات وہ دونوں اسی کمرے میں سوئے تھے اور وہ کسی معصوم بچے کی طرح جس کروٹ لیٹا تھا، صبح تک اسی حالت میں پڑا خراٹے لیتا رہا تھا۔

پھر اُسے پچھلی رات والی کش مکش یاد آ گئی... جب مارک ایولن کے دو آدمیوں نے اُن کا راستہ روکا تھا۔ وہ تصوّر بھی نہیں کر سکتی تھی کہ ڈھمپ اتنا بے جگر لڑاکا بھی ہو گا۔ ڈھمپ! اُسے اُس کا نام بھی حد درجہ مضحکہ خیز لگتا تھا۔

سوچتے سوچتے وہ ہنس پڑی۔ وہ پوزیشن یاد آ گئی تھی۔ جب قمیص کے نیچے سرسراتا ہوا ایک حقیر سا پتنگا اُسے دُ[ک]ھ دے رہا تھا۔ آخر کس قسم کا آدمی ہے؟ کچھ ہی دیر پہلے تو دو ہٹے کٹے آدمیوں کی مرمت کر چکا تھا وہ ہنس پڑی۔

ٹھیک اُسی وقت دروازے پر دستک ہوئی۔

"کون...؟" اُس نے دروازے کے قریب جا کر پوچھا۔

"ڈھمپ!" باہر سے آواز آئی۔

اُس نے دروازہ کھولا... اور عمران مسمسی سی صورت بنائے کمرے میں داخل ہوا تھا۔

"تمہارے انتظار نے تو تھکا دیا.. کہاں غائب ہو گئے تھے؟"

"ابھی خبر نہیں ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"اب تم اپنی اصلی شکل میں آ جاؤ۔"

"کیوں...؟"

"پہلے میں تمہارا یہ میک اپ ختم کر دوں پھر بتاؤں گا!" پھر بڑی جلدی میں اس نے اُس کا چہرہ صاف کیا تھا۔

"اور اب تم مجھے بڑی بھیانک شکل میں دیکھو گی..." اُس نے کہا۔

لُوسی کی طرف پشت کیے کھڑا تھا۔ اچانک مُڑا تو لُوسی کی چیخ نکل گئی۔ عمران نے احمقانہ انداز میں ہنس کر کہا۔ "نہیں اب اس کی پروا نہ ہونی چاہیے کیونکہ مجھ سے جُدا ہونے... والی ہو۔"

"ک ک... کیوں... کیا مطلب؟ مگر پہلے یہ بتاؤ کہ تم نے اتنی جلدی شکل کیسے تبدیل کر لی؟"

"میری اصل صورت یہی ہے۔"

"ناممکن... بالکل ناممکن۔"

"اس چکر میں نہ پڑو!" وہ آہستہ سے بولا۔ "میں اس شکل میں مارک ایولن سے مل چکا ہوں۔ میں نے اُسے بتایا ہے کہ میں قلب کا خاص آدمی ہوں۔ لُوسی مجھے جانتی ہے۔" پھر عمران نے اُسے پوری کہانی سُناتے ہوئے کہا۔ "ابھی اُس کا ایک آدمی یہاں آئے گا، جو تمہیں پہچانتا ہے۔"

"دیکھو... ڈھمپ... مجھے یہ بالکل پسند نہیں کہ تم... مجھے اُن لوگوں کے حوالے کر دو۔"

"میں خود بھی فی الحال اُنہی کے حوالے ہو گیا ہوں۔"

"کیا مطلب؟"

"قلب صاحب مجھے پانچ سو روپے ماہوار دیتے تھے۔" وہ بائیں آنکھ دبا کر بولا۔ "مارک ایولن صاحب ڈیڑھ ہزار دیں گے۔"

"یہ تم نے کیا کیا؟"

"اچھا تو کیا ہم سچ مچ اُس کے لیے کام کریں گے؟"

"تو پھر اس کا مقصد کیا ہے؟"

"کم از کم اپنے ملک میں کسی صیہونی تنظیم کا وجود برداشت نہیں کر سکتا۔ اس لیے فی الحال یہ ضروری ہے کہ اُن سے قریب رہ کر اُن کے بارے میں معلومات حاصل کی جائیں۔"

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن مارک ایولن کا قرب میں پسند نہیں کرتی۔"

"تم ڈرتی کیوں ہو؟ میں تم سے دُور تو نہیں رہوں گا... مارک کی ہڈیاں توڑ دوں گا اگر اُس نے تمہارے سلسلے میں کوئی غلط قدم اُٹھایا۔"

"میرا دل نہیں چاہتا۔" وہ منمنائی۔

"دیکھو، جب تک اُن کا قلع قمع نہیں ہو جائے گا تم آزادی کا سانس نہیں لے سکو گی۔"

"تمہاری مرضی... ویسے میں مارک جیسے [illegible] کی نسبت پھانسی کا پھندا ہی پسند کروں گی۔"

دفعتاً کسی نے دروازے پر دستک دی۔ دونوں خاموش ہو گئے اور عمران نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا۔

کمرے میں داخل ہونے والا خود مارک ایولن تھا۔ لُوسی بوکھلا کر کئی قدم پیچھے ہٹ گئی۔

"یہ بہت اچھا ہوا کہ تم یہاں چلی آئیں۔" مارک آہستہ سے بولا۔ لُوسی صرف ایک بار ہی اُس سے نظر ملا سکی تھی۔ ہونٹوں پر زبان پھیر کر اُس نے کچھ کہنا چاہا لیکن ناکام رہی۔

"کیا تم اس آدمی کو اچھی طرح جانتی ہو؟" دفعتاً مارک نے عمران کی طرف ہاتھ اُٹھا کر پوچھا۔

"مجھ سے زیادہ قلب جانتا تھا۔" لُوسی نے مغموم لہجے میں کہا۔

"تم نے اسے قلب کے ساتھ کب دیکھا تھا؟"

"اسے ہی تو مجھے اُن لوگوں کے پنجے سے نکال کر لایا تھا۔ قلب نے غلطی کی تھی کہ اسے باہر ہی چھوڑ دیا، ورنہ حالات دوسرے ہوتے۔"

مارک تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا، پھر بولا۔ "اچھی بات ہے۔ فی الحال تم ..... یہیں مقیم رہو۔ کل گیارہ بجے تک مطلع کر دیا جائے گا کہ اب تمہیں کیا کرنا ہے۔"

"جیسا آپ فرمائیں جناب!" عمران نے کہا۔

مارک ایولن اس دوران میں لُوسی کو بھوکی نظروں سے دیکھتا رہا تھا۔ واپسی کے لیے مُڑنے سے پہلے اُس نے لُوسی کی طرف مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے پوچھا۔ "اس آدمی نے تمہارے ساتھ کوئی بدسلوکی تو نہیں کی؟"

"کیوں؟... کیسی بدسلوکی؟" لُوسی نے ناگواری سے اپنا ہاتھ اُس کی گرفت سے نکالتے ہوئے کہا۔

"تم... میرا مطلب یہ کہ اس نے تمہارے رُتبے کا خیال رکھا ہے یا نہیں؟"

"یقیناً..."

"ہوں... اچھا۔" وہ عمران کی طرف دیکھ کر بولا۔ "تم انعام کے بھی مستحق ہو۔"

"شکریہ!" اُس نے کسی قدر جھک کر کہا۔

مارک ایولن کے رُخصت ہو جانے کے بعد وہ ہنس پڑا تھا اور لُوسی اُسے بُرا سا منہ بنائے دیکھتی رہی تھی۔

عمران دروازہ بولٹ کر کے مُڑا تو گھنی مونچھیں...

بہتری ناک سیت غائب تھیں۔

"تم کوئی بدروح تو نہیں۔" لوسی جھنجلا کر بولی۔

"بدترین! لیکن اب لوسی کی حیثیت سے تم اس ہوٹل میں مقیم نہیں رہ سکتیں۔"

"کیوں...؟"

"مسز ڈھمپ دوسری شکل کی تھی۔"

"اوہ... تو تم نے رجسٹر میں مسٹر اینڈ مسز ڈھمپ نام درج کرائے تھے۔"

"بالکل...!"

"تو پھر...؟"

"بلکسبیز میں مادام لوسی اینڈ باڈی گارڈ کے لیے دو کمرے بک کرا چکا ہوں۔"

ظفر، جیمسن اور صفدر فلیٹس میں الگ الگ کمروں میں مقیم تھے۔ جیمسن خالی ہاتھ تھا۔ یعنی دل بہلانے کو کلاسیکل لٹریچر پر مبنی کوئی کتاب پاس نہیں تھی۔ اس لیے جزیرے میں کسی لائبریری کی تلاش شروع کر دی۔

پوچھ گچھ کرتا ہی پھر رہا تھا کہ ایک شناسا سی شکل دکھائی دی۔ کہیں دیکھا تھا لیکن یاد نہ آسکا کہ کب اور کہاں سامنا ہوا تھا۔ اس نے جیمسن کو بتایا کہ وہ ایک بڑے آدمی سے واقف ہے جو اپنی لائبریری باہر کے شائقین کے لیے بھی کھلی رکھتا ہے۔

اس کے بعد اس نے جیمسن کو موٹر سائیکل پر بٹھایا تھا اور ایک طرف روانہ ہو گیا تھا۔ گاڑی بہت زیادہ شور مچا رہی اور جیمسن چیخ چیخ کر گفتگو کرنے کے موڈ میں نہیں تھا... ورنہ اس ہمدرد کو کلاسیکل ادب پر ضرور بور کرتا۔

کچھ دیر بعد گاڑی ایک قلعہ نما عمارت میں داخل ہوئی تھی اور وہ آدمی اسے ایک کمرے میں بٹھا کر چلا گیا تھا۔

جیمسن دل ہی دل میں خوش ہوتا رہا کہ شاید وہ اس بڑے آدمی سے اس خوش ذوق آدمی کا تعارف بھی کرانا چاہتا ہے لیکن اس وقت اس کی آنکھوں میں تارے ناچ گئے، جب اس نے اپنے سامنے بلڈاگ قسم کے ایک سفید فام غیر ملکی کو کھڑے دیکھا۔

اسے ساتھ لانے والا قریب ہی کھڑا کہہ رہا تھا۔ "مجھے یقین ہے جناب کہ یہ جیمسن ہی ہے۔"

جیمسن نے اس کے ہاتھ میں ریوالور بھی دیکھا، جس کا رخ اسی کی طرف تھا۔

"کیا مطلب؟" جیمسن بوکھلا کر کھڑا ہو گیا۔

"تمہارا نام جیمسن ہے؟" غیر ملکی غرایا۔

"نہیں تو... میں تو مرزا بشارت اللہ بیگ ہوں۔"

"یہ جھوٹا ہے۔ اس نے داڑھی مونچھ صاف کر دی ہیں اور بس یہ سو فی صد جیمسن ہے جناب!"

"اگر تمہیں یقین ہے تو اسے باندھ کر اذیت دو! عمران کا پتا پوچھو!"

"یقیناً کوئی غلط فہمی ہوئی ہے!" جیمسن نے کرسی سے اٹھنے کی کوشش کی... اچانک اسے یاد آ گیا تھا کہ اس نے اس آدمی کو کہاں دیکھا تھا۔ وہ النگھم کے ملازمین میں سے تھا۔

"بیٹھ جاؤ!" اس آدمی نے ریوالور کو جنبش دے کر سرد لہجے میں کہا۔

"بیٹھا جاتا ہوں! لیکن میں کسی جیمسن کو نہیں جانتا!"

"ڈاکٹر النگھم کو جانتے ہو؟" سفید فام آدمی نے نرم لہجے میں پوچھا۔

"نہیں، یہ نام بھی میرے لیے نیا ہے۔"

"باندھ دو!" سفید فام نے کہا اور کمرے سے چلا گیا۔

ریوالور والے نے کچھ لوگوں کو نام لے کر پکارا اور چار آدمی کمرے میں داخل ہوئے۔

"صاحب نے اسے باندھنے کو کہا ہے!" اس نے ان سے کہا اور وہ جیمسن پر ٹوٹ پڑے۔

ذرا ہی سی دیر میں اسے بے بس کر دیا گیا۔ اس کے بعد اسے جلد ہی معلوم ہو گیا تھا کہ وہاں باندھنے کا کیا مطلب تھا۔ اس کی دونوں ٹانگیں چیر کر الگ الگ دو ستونوں سے باندھ دی گئی تھیں۔ یہی حشر دونوں ہاتھوں کا ہوا تھا اور اب وہ ضرب کی علامت (×) بنا کھڑا بری طرح کراہ رہا تھا۔

تکلیف بڑھتی رہی۔ بہت ہی خونخوار قسم کے دو آدمی برابر اس سے عمران اور ظفر سے متعلق استفسار کیے جا رہے تھے۔ اس نے سختی سے ہونٹ بھینچ کر کراہنا بھی ترک کر دیا تھا کہ کہیں کراہتے وقت کچھ ایسے الفاظ زبان سے نہ نکل جائیں جن سے ظفر کی نشاندہی ہو جائے۔

* * *

عمران نے بلکسبیز میں منتقل ہوتے وقت صفدر کو مطلع کر دیا تھا اور ہدایت کر دی تھی کہ وہ لوگ بھی وہیں آ جائیں۔

بلکسبیز میں پہنچ کر عمران نے مارک ایوِن سے فون پر رابطہ قائم کر کے اسے بھی اس تبدیلی سے مطلع کرتے ہوئے کہا۔

"میں نے احتیاطاً رہائش تبدیل کی ہے۔"

"اوہ... اچھا کیا... اسے چھوڑو، لوسی کو ساتھ لے کر فوراً یہاں پہنچو!"

"کوئی خاص بات؟"

"بہت زیادہ... فون پر اس سلسلے میں گفتگو نہیں کر سکتا۔ فوراً آ جاؤ!"

عمران نے ریسیور رکھ کر لوسی کو اس سے مطلع کیا۔

"م... میں... اس کے گھر نہیں جاؤں گی۔" وہ خوفزدہ لہجے میں بولی۔

"میں ساتھ رہوں گا، کیوں فکر کرتی ہو؟"

"ن... نہیں...!"

"تم عورتیں کبھی میری سمجھ میں نہ آ سکو گی۔" عمران نے مایوسی سے کہا۔

"اس میں عورتوں کی کیا بات ہے؟"

"عشق جیسی خوفناک حرکت کر بیٹھتی ہیں لیکن ڈرائنگ روم میں چوہا دیکھ کر اس طرح چیخیں ماروگی جیسے وہ تمہارے محبوب سے بھی زیادہ بھیانک ہو۔"

"تم بے تکی باتیں کیوں کرنے لگتے ہو؟"

"اسی کی روٹیاں کھا رہا ہوں۔ بہرحال تیار ہو جاؤ۔ ہمیں چلنا چاہیے۔"

لوسی رو پڑی تھی لیکن اسے تیار ہونا ہی پڑا۔ اس بار عمران کو ٹیکسی نہیں تلاش کرنی پڑی تھی کیونکہ مارک ایوِن کی مہیا کردہ گاڑی موجود تھی۔

تھوڑی دیر بعد وہ مارک ایوِن کی رہائش گاہ میں داخل ہو رہے تھے۔

مارک سے سامنا ہوا تو چھوٹتے ہی پوچھ بیٹھا۔ "فلیٹس سے کیوں چلے گئے تھے؟"

"میرا خیال ہے کہ میں نے وہاں کچھ مشتبہ آدمیوں کو دیکھا تھا... میرے کمرے کی نگرانی کر رہے تھے۔" عمران نے جواب دیا۔

"میرے آدمی تھے۔"

"اوہ... اچھا...!" عمران نے بے پروائی سے جواب دیا۔

"تم نے وجہ نہیں پوچھی؟"

"آپ میرے باس ہیں مسٹر ایوِن! جو مناسب سمجھیں گے کریں گے۔ میں پوچھنے والا کون ہوتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے، مجھے ایسے آدمی پسند ہیں۔ ہاں میں نے تم دونوں کو اس لیے بلایا ہے کہ تم دونوں نے ظفر اور جیمسن کو دیکھا ہے۔ انہیں پہچان سکو گے۔"

"یقیناً...!" عمران سر ہلا کر بولا۔

"اچھا تو میرے ساتھ آؤ!"

وہ انہیں اس جگہ لایا جہاں ایک آدمی ضرب کی علامت بنا کھڑا تھا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں... شاید بے ہوش ہو گیا تھا۔

"اسے پہچانو!" مارک ان کی طرف مڑ کر بولا۔

"میں نے تو پہلے کبھی نہیں دیکھا!" عمران آہستہ سے بولا۔

"تم نے...؟" مارک نے لوسی سے پوچھا۔

اس نے سر کو نفی میں جنبش دی۔

"اس انداز سے دیکھو کہ پہلے اس کے چہرے پر داڑھی تھی اور سر کے بال ہپیوں کے سے تھے۔"

وہ دونوں خاموش کھڑے اسے گھورتے رہے۔ دفعتاً اس کے حلق سے کراہ نکلی لیکن آنکھیں بدستور بند رہیں۔ پپوٹے حرکت کر رہے تھے۔

"کیا یہ جیمسن نہیں ہے؟" مارک ایوِن نے پوچھا۔

"میں نے تو ہمیشہ دور ہی سے ان دونوں کو دیکھا تھا۔" عمران بولا۔ "مس لوسی بہتر طور پر بتا سکیں گی۔"

"میری توجہ صرف ظفر پر مرکوز رہی تھی۔" لوسی نے کہا۔

"خود یہ کیا کہتا ہے؟" عمران نے پوچھا۔

"مرزا بشارت اللہ بیگ!"

"سوال تو یہ ہے کہ یہ پکڑا کیسے گیا؟"

"میرے ایک آدمی نے پکڑا ہے!"

"اگر یہ جیمسن ہوتا تو اتنی اذیت برداشت نہ کر سکتا۔ اپنے جیمسن ہونے کا اعتراف کر لیتا۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے لیکن اب اسے چھوڑا نہیں جا سکتا۔"

"پھر اس کا کیا کریں گے جناب؟"

"مار کر کہیں دفن کر دیں گے۔"

"میرے خیال سے یہ مناسب نہ ہو گا۔"

"کیوں...؟"

"خواہ مخواہ کسی بے گناہ کو مارنے سے کیا فائدہ؟"

“میں نے تم سے مشورہ طلب نہیں کیا!” مارک غرّایا۔

“بہت بہتر جناب! معافی چاہتا ہوں۔ اب اجازت دیجیے!”

“اب تم دونوں کو یہیں رہنا ہوگا اور تم ہی اسے قتل کر کے دفن کرو گے!”

“جیسی باس کی مرضی”

لوسی دیوانوں کے سے انداز میں عمران کا بازو پکڑ کر جھنجھوڑتی ہوئی چیخی “تم ایسی کوئی غیر انسانی حرکت نہیں کرو گے۔”

مارک ایوان ایک زوردار قہقہہ لگا کر بولا۔ “میرے دوست قلب کو مار ڈالنا خالص انسانی فعل تھا۔”

“میں نے ظفر پر فائر کیا تھا!”

“ظفر مرتا تب بھی وہ فعل غیر انسانی ہی تھا!” مارک غرّا کر بولا۔

لوسی تھوک نگل کر رہ گئی۔

“بیکار کی بحث...!” عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ “تم یہ کیوں بھول جاتی ہو کہ پولیس تمہاری تلاش میں ہے۔”

لوسی کچھ نہ بولی۔ اس کا چہرہ زرد ہو گیا تھا اور پورے جسم میں تھرتھری پڑ گئی تھی۔

مارک ایوان کچھ سوچ رہا تھا۔ چھوٹی چھوٹی آنکھیں بھنچی ہوئی تھیں اور پیشانی پر سلوٹیں پڑ گئی تھیں۔

دفعتاً اس نے کہا۔ “ٹھہرو! اگر یہ جیمسن ہے تو اس کے فرشتوں کو بھی اعتراف کرنا پڑے گا!”

وہ انہیں وہیں چھوڑ کر چلا گیا۔ لوسی عمران سے لگی کھڑی کسی سہمے ہوئے بچے کی طرح کانپ رہی تھی۔

“ڈرو نہیں!” عمران ہنس کر بولا۔

“تم کیا واقعی اس کو قتل کر دو گے؟”

“میرے موڈ پر منحصر ہے۔ تم اس چکر میں نہ پڑو!”

“خدا کے لیے مجھے یہاں سے نکال لے چلو!”

عمران کچھ کہنے ہی والا تھا کہ مارک واپس آ گیا۔ اس کے ہونٹوں پر سفاک سی مسکراہٹ تھی ایسا معلوم ہوتا تھا... جیسے اس دشواری کا حل اس کے ہاتھ آ گیا ہو۔

“ہمارے لیے کچھ بھی ناممکن نہیں!” اس نے عمران کو گھورتے ہوئے کہا۔ “بہت پہلے میں اس سے سب کچھ معلوم کر لیتا، لیکن کنفیشنر کے کارن سنڈر ضائع ہو گئے تھے۔ اب وہ فراہم کر لیے گئے۔ تم ابھی دیکھو گے!”

عمران کچھ نہ بولا۔ وہ جیمسن کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ اس نے اسے پہچان لیا تھا۔ جیمسن کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

تھوڑی دیر بعد ایک آدمی ایک ٹرالی دھکیلتا ہوا اند لایا جس پر فلم پروجیکٹر قسم کی کوئی چیز رکھی ہوئی تھی۔ اس کا پلگ سوئچ بورڈ کے ایک ساکٹ میں لگا دیا گیا۔

اب ایک ٹرالی کے قریب کھڑا تھا۔ دفعتاً پروجیکٹر نما مشین سے نکلنے والی روشنی جیمسن کے چہرے پر پڑی اور اس نے اس طرح چونک کر آنکھیں کھول دیں جیسے اب تک غنودگی کی حالت میں رہا ہو۔ مارک نے ہاتھ بڑھا کر مشین کے دوسرے بٹن پر انگلی رکھ دی۔ جیمسن کے چہرے پر پڑنے والی روشنی کئی گنا زیادہ تیز ہو گئی۔

جیمسن چیخنے لگا۔

“اپنا نام بتاؤ!” مارک دہاڑا۔

“جمسن...!” وہ چیخا۔

“تم ظفر الملک کے ساتھی ہو؟”

“ہاں میں ان کا ملازم ہوں!” جواب ایک طویل چیخ کی صورت میں ملا۔

“وہ اس وقت کہاں ہے؟”

* * *

“پہلے یہ بتاؤ کہ تم دونوں کو یہ جرأت کیسے ہوئی [illegible] ہوئے”

* * *

“فلیٹیز کے کمرہ نمبر سات میں۔”

“عمران کہاں ہے؟”

“میں نہیں جانتا۔”

“تم نے اپنا حلیہ کیوں بدل لیا؟”

“پولیس اور ڈاکٹر انگھم کے آدمی ہماری تلاش میں تھے۔”

“اب ظفر کا حلیہ کیا ہے؟”

“داڑھی مونچھوں اور بڑے بالوں میں۔”

مارک نے مشین کا سوئچ آف کر دیا۔ روشنی غائب ہوتے ہی جیمسن کی گردن پھر ڈھلک گئی۔ وہ پہلے ہی کی طرح بے ہوش تھا۔

“تم نے دیکھا؟” مارک عمران کی طرف مڑ کر بولا۔

ٹرالی واپس لے جائی جا رہی تھی۔ مارک نے اس آدمی سے کہا۔ “انہیں بھیج دو جو اسے کھولیں گے۔”

لوسی خوف زدہ نظروں سے عمران کی طرف دیکھ رہی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا، جیسے اب وہ بھی بے ہوش ہو کر گر پڑے گی۔

“میرے ساتھ آؤ!” مارک نے ان سے کہا اور آگے بڑھ گیا۔ دونوں اس کے پیچھے چل رہے تھے۔

وہ انہیں ایک کمرے میں لایا۔

“تو پھر مجھے کس وقت اس کا خاتمہ کرنا ہے جناب؟” عمران نے بے صبری کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔

“بیٹھ جاؤ!” مارک نے سامنے والی کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

دونوں نے چپ چاپ تعمیل کی۔

“اب ظفر کو بھی ہاتھ آ جانے دو!” مارک آہستہ سے بولا۔ “اسے خاموش کرنے کی ذمے داری اب تم دونوں پر ڈالتا ہوں۔ فی الحال میرے پاس ذہین آدمیوں کی کمی ہے۔ میرا خیال ہے کہ عمران بھی جزیرے میں موجود ہے۔”

“یہ کیسے کہا جا سکتا ہے؟” عمران نے سوال کیا۔

اس پر مارک نے اسے اپنی جیپ غائب ہو جانے کی کہانی سناتے ہوئے کہا۔ “اس کے ساتھ کوئی عورت بھی تھی۔”

ٹھیک اسی وقت دو آدمی کمرے میں داخل ہوئے اور دروازے کے قریب ہی رک گئے۔

“دیکھو!” مارک نے انہیں مخاطب کر کے کہا۔ “یہی دونوں تو نہیں تھے؟”

“نہیں جناب!” ایک نے جواب دیا۔ “لیکن اس آدمی کو ہم نے فلیٹیز میں دیکھا تھا۔”

“اور اسے؟” مارک نے لوسی کی طرف اشارہ کیا۔

“یہ اس کے ساتھ نہیں تھی۔”

“باتھ روم میں تھی مسٹر ایوان!” عمران بول پڑا۔ “غالباً آپ میرا مطلب سمجھ گئے ہوں گے!”

“بس جاؤ!” مارک ہاتھ ہلا کر بولا اور وہ دونوں چلے گئے۔

ان کے جاتے ہی عمران بھی اٹھا تھا اور دروازہ بولٹ کرتا ہوا بولا۔ “پھر کوئی آ جائے گا اور ہم گفتگو نہ کر سکیں گے۔”

“کیسی گفتگو؟” مارک اٹھتا ہوا غرّایا۔

“اس کے مستقبل کے بارے میں!” عمران نے لوسی کی طرف اشارہ کیا۔

“کیا مطلب؟”

“اس نے خواہ مخواہ اپنی اچھی بھلی زندگی برباد کی ہے۔”

“تم کیا کہنا چاہتے ہو؟”

“مسٹر قلب نے دوسروں کو بڑی بڑی رقمیں دی تھیں اور اس بے چاری سے محض دوستی میں کام نکالا تھا!”

“ہوں... تو تم مجھ سے رقم وصول کرنا چاہتے ہو، مجھ سے... مارک ایوان سے!” مارک کے لہجے میں سفاکی تھی۔

“صرف یہی نہیں، بلکہ مجھے ڈاکٹر انگھم کا پتا بھی چاہیے!”

“تم ڈاکٹر انگھم کو کیا جانو؟”

“مسٹر قلب...؟”

“بکواس... قلب تم کالے گوروں پر اس حد تک اعتماد نہیں کر سکتا!”

“جتنی گالیاں دل چاہے دے لو... لیکن لوسی کو کم از کم پچاس ہزار تمہیں دینے ہی پڑیں گے!”

دفعتاً مارک ایوان نے ریوالور نکال لیا اور عمران سے بولا۔ “دروازے کا بولٹ گراؤ اور ہاتھ اوپر اٹھائے ہوئے... باہر نکل چلو!”

“کیوں مذاق کر رہے ہو!” عمران ہنس پڑا۔

“ہاتھ اوپر اٹھاؤ!” مارک دہاڑا۔

“حلق میں خراش آ جائے گی پیارے... اس طرح نہ چیخو! ویسے میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ کمرہ ساؤنڈ پروف ہے۔ کسی قسم کی بھی آواز باہر نہ جائے گی۔ تم فائر کر کے دیکھ لو!”

“یہ کیا کر رہے ہو... تت... تم...؟” لوسی روہانسی آواز میں چیخی۔

"تمہارے بے سر مارک ایولن سے پچاس ہزار ضرور وصول کروں گا۔"

"مجھے کچھ نہیں چاہیے۔" وہ ہذیانی انداز میں چیخی۔ "مجھے جانے دو!"

مارک غصے سے پاگل ہُوا جا رہا تھا۔ اس نے عمران پر فائر جھونک مارا۔ لُوسی پھر چیخی... عمران اُچھل کر دور جا گرا تھا۔

مارک نے قہقہہ لگایا جس پر خوشی سے زیادہ جھلاہٹ کا عنصر غالب تھا۔

"تم... مجھے جانے دو۔"

"تم... اب مجھے اس سازش کے بارے میں بتاؤ گی۔ فلپ کا خون میں نے معاف کر دیا تھا۔"

لُوسی نے عمران کی طرف دیکھا، جو فرش پر بے حس و حرکت اوندھا پڑا تھا۔

"اُدھر مت دیکھو... وہ جہنم رسید ہو چکا ہے۔"

"مم... میں کچھ نہیں جانتی کہ اس نے ایسا کیوں کیا؟"

"اس کو تم نے فلپ کے ساتھ دیکھا تھا؟"

"ہاں... آں میں نے دیکھا تھا، ورنہ اس پر اعتماد کیسے کر لیتی...؟"

"...نے پچاس ہزار کی بات کیوں کی تھی؟"

"میں کچھ نہیں جانتی۔"

"پروفیسر النگھم کے بارے میں کیا جانتی ہو؟"

"کچھ بھی نہیں... میرے لیے یہ نام بالکل نیا ہے۔"

"اگر زندہ رہنا چاہتی ہو تو اب اس عمارت سے نکلنے کا تصور بھی نہ کرنا۔ چلو... باہر چلو...!" مارک نے کہا۔ اس بار اس کا لہجہ نرم تھا۔

"مجھے تنہا چھوڑ دو گے؟" دفعتاً پُشت سے عمران کی آواز آئی... پھر جتنی دیر میں، مارک اُس کی طرف مُڑتا عمران نے اُس پر چھلانگ لگا دی۔

لُوسی بوکھلا کر دیوار سے جا لگی تھی۔

مارک توقع سے کہیں زیادہ ثابت ہُوا۔ اُس نے عمران کو پرے جھٹک دیا تھا۔ ایک بار پھر اُس کا ریوالور نکل آیا۔ بلکہ پے در پے پانچ گولیاں بھی اُگل دیں۔

عمران بڑے اطمینان سے سنگ آرٹ کا مظاہرہ کرتا رہا۔ گولیاں دیوار پر لگ لگ کر اُچٹ رہی تھیں۔ ایک اُچٹی ہُوئی گولی مارک کی پیشانی پر بھی لگی اور اُس میں اتنی قوت باقی تھی کہ وہ پیشانی کی کھال پھاڑ دیتی۔

جھلاہٹ میں اُس نے خالی ریوالور عمران پر پھینک مارا لیکن وہ بھی دیوار ہی سے ٹکرا کر فرش پر گرا تھا۔

اس بار مارک نے عمران پر چھلانگ لگائی تھی... اور اوندھے منہ فرش پر آیا تھا۔ دیوار سے اُچٹ کر لگنے والی گولی پہلے ہی اُس کا چہرہ لہولہان کر چکی تھی۔

عمران اب اُس کی پُشت پر سوار نظر آیا۔ گردن میں قینچی ڈال دی اور بار بار اُس کا سر فرش پر مار رہا تھا۔

مارک کسی زخمی بھینسے کی طرح ڈکراتا رہا۔

"بولو... دیتے ہو... پچاس ہزار یا نہیں؟" عمران نے مضحکہ اُڑانے والے انداز میں پوچھا۔

"مجھے... چھوڑ دو... میرا خون ضائع ہو رہا ہے۔" مارک بھرائی ہُوئی آواز میں بولا۔

عمران اُسے چھوڑ کر اُٹھ گیا۔ مارک نے خود سے اُٹھنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہا۔ عمران نے اُسے سہارا دے کر اُٹھایا اور ایک صوفے پر ڈال دیا۔ مارک بُری طرح ہانپ رہا تھا۔

پیشانی سے بہنے والا خون ابھی تک تھما نہیں تھا۔ عمران اُس پر جھک کر رومال سے خون خشک کر کے زخم کی نوعیت کا اندازہ لگانے کی کوشش کرنے لگا۔

پالتو

پالتو جانور فروخت کرنے والی ایک دُکان میں ایک بھدی، بدشکل لیکن متمول خاتون گئیں اور مالک سے کہا کہ ایک ایسا پالتو جانور درکار ہے جو اس کے التفات کا نہایت فرمانبرداری اور سعادت مندی سے جواب دے۔

مالک دُکان کے پچھلے حصے میں گیا اور کپڑے تبدیل کر کے آیا۔

"میں حاضر ہوں محترمہ خاتون!" اس نے بڑی سعادت مندی سے کہا۔

ابوضیاء اقبال

ہنسی

"دروازے پر گھنٹی بج رہی ہے۔"

"کیا کوئی عورت ہے؟"

"ویسے یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا، ہاں اُس کے سر پر لمبے لمبے بال

لُوسی بھی پاس آ کھڑی ہُوئی تھی لیکن اُس کی توجہ کا مرکز مارک کی بجائے عمران تھا ایسی نظروں سے دیکھ رہی تھی، جیسے وہ دُنیا کا آٹھواں عجوبہ ہو۔

"زخم معمولی ہے۔" عمران بڑے ہمدردانہ انداز میں کہہ رہا تھا۔ "ٹھہرو! میں پل بھر میں خون بند کیے دیتا ہوں۔ چند چٹکلے ہر وقت جیب میں ڈالے رہتا ہوں کیونکہ اپنی ٹوٹ پھوٹ کا خدشہ بھی تو ہر دم لگا رہتا ہے۔"

اُس نے جیب سے ایک چھوٹی سی ٹکیا نکالی اور اُسے چٹکیوں میں دبا کر ہر طرف سے کھنچائی کرنے لگا۔ وہ ربر کی طرح کھنچ کر اپنا قطر بڑھا رہی تھی۔ روپے کے برابر گولائی میں لا کر عمران نے اُسے مارک کے زخم پر چپکا دیا اور کسی درد مند باپ کی طرح اُس کا شانہ تھپک کر بولا۔ "اب خون بند سمجھو۔"

"تم آخر ہو کون؟" مارک نے بھرائی ہُوئی آواز میں پوچھا۔

"دھت! اب بھی تمہارا ہی ملازم ہوں۔ یہ تو میں نے صرف مُونہہ دکھایا تھا کہ اگر مالکوں سے اختلاف رائے ہو جائے تو کس طرح پیش آتا ہوں۔"

"بہت زیادہ لاف و گزاف نہ کرو۔" مارک اُٹھ بیٹھا اور چند لمحے عمران کو گھورتے رہنے کے بعد بولا۔ "خون میری کمزوری ہے۔ اس کے لیے زندگی بھر میں اپنی ماں کو بُرا بھلا کہتا رہوں گا۔ بچپن میں میرے جسم سے خون نکلتے دیکھ کر اس بُری طرح بدحواس ہو کر چیخنے لگتی تھی، جیسے ہسٹریا کا دورہ پڑ گیا ہو۔ میں شریر تھا، آئے دن چوٹیں کھاتا رہتا تھا... رفتہ رفتہ اس کے ہسٹریائی دورے میرے اعصاب پر بھی اثر انداز ہوتے رہے اور اب یہ عالم ہے کہ...!" وہ خاموش ہو کر پھر عمران کو گھورنے لگا۔

"ہوں... اوں میں سمجھ گیا۔" عمران سر ہلا کر بولا۔ "اگر اب بھی تمہیں احساس ہو جائے کہ تمہارے جسم کے کسی حصے سے خون نکل رہا ہے تو تمہارے اعصاب معطل ہو کر رہ جائیں گے۔"

"ہاں یہی بات ہے... اور میں اپنی اس کمزوری سے نفرت کرتا ہوں شدید نفرت... اگر گولی اُچٹ کر میری پیشانی پر نہ لگی ہوتی تو تمہیں پیس ڈالتا۔ تم جیسے چار بھی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔"

عمران ہنس کر بولا۔ "اور میرا یہ عالم ہے کہ کبھی غصہ نہیں آتا لیکن اگر آجائے تو گولیاں بھی مجھ سے کترا کر نکل جاتی ہیں۔"

"تم کوئی خبیث رُوح ہو۔"

"معاملے کی بات کرو... باس!"

"باس؟" مارک طنزیہ لہجے میں بولا۔ "کیا تم سمجھتے ہو کہ اب بھی تمہارے فریب میں آجاؤں گا۔"

"اس میں فریب کی کیا بات ہے باس؟"

"تم نے ڈاکٹر النگھم کا نام کیوں لیا تھا؟"

"نام نہیں لیا تھا، بلکہ اُس کا پتا پوچھ رہا تھا۔"

"کیوں...؟"

"پچاس ہزار اس سے اپنے لیے وصول کروں گا۔ اُس نے مجھے خواہ مخواہ بہت پریشان کیا ہے۔"

"تم کون ہو؟" مارک نے اُٹھنے کی کوشش کی لیکن عمران ہاتھ اُٹھا کر بولا۔

"چُپ چاپ بیٹھے رہو، ورنہ کسی دوسری جگہ سے خون نکل پڑے گا اور تمہاری آنجہانی والدہ محترمہ کی صلواتیں سننی پڑیں گی۔"

"تم یہاں سے زندہ بچ کر نہیں نکل سکو گے۔"

"تمہیں ختم کیے بغیر کمرے سے باہر نہیں نکلوں گا۔ مطمئن رہو میں جانتا ہوں کہ یہاں کے کمرے کس انداز میں ساؤنڈ پروف کیے گئے ہیں۔ توپ بھی چل جائے تو باہر آواز نہیں جاسکے گی۔"

مارک کچھ نہ بولا۔ لُوسی عمران کے شانے سے لگی کھڑی سسک رہی تھی۔

"نکل چلو، یہاں سے نکل چلو اگر اسے باہر نکلنے کا موقع مل گیا تو پھر ناممکن ہو گا۔"

"تم خاموشی سے اُدھر بیٹھو۔" عمران اُسے الگ ہٹاتا ہُوا بولا۔

"مجھے پچاس ہزار نہیں چاہئیں۔"

"اب تو میری زبان سے نکل گیا ہے... جو کر رہے گا جاؤ اُدھر بیٹھو۔"

"تم... میرے پاس کیش نہیں ہے۔" مارک غرّایا۔

"تو پھر میں تمہیں اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔"

"کیا بکواس ہے!" مارک اُچھل کر کھڑا ہو گیا... لیکن دوسرے ہی لمحے میں عمران کی لات اُس کے پیٹ پر پڑی... اور وہ صوفے سمیت دوسری طرف اُلٹ گیا۔

"خدا کے لیے نکلو یہاں سے!" لُوسی پھر منمنائی لیکن عمران اُس کی طرف توجہ دیے بغیر مارک پر ٹوٹ پڑا اور دوبارہ اُٹھنے کا موقع دیے بغیر اپنی ٹائی سے اُس کے دونوں ہاتھ پشت پر باندھ دیے۔

مارک برابر دہاڑے جا رہا تھا اور عمران کی طرف سے یہ دھمکی بھی بار بار دُہرائی جاتی رہی تھی کہ کسی دوسری جگہ ضرب لگا کر خون نکال دے گا۔

ہاتھ باندھ چکنے کے بعد تار کے ٹکڑوں سے پیر بھی... باندھے جو وہیں ایک الماری میں پڑے مل گئے تھے... پھر دفعتاً عمران نے اُس کی دونوں کنپٹیاں دبانی شروع کیں اور وہ چیختے چیختے خاموش ہو گیا۔ اس کے بعد عمران نے لُوسی کے قریب آ کر کہا۔

"تم یہیں ٹھہرو... میں ابھی آیا!"

"اور اگر کوئی آ گیا تو کیا ہو گا؟"

"کوئی بھی نہیں آ سکتا۔ باہر سوئچ بورڈ پر سُرخ رنگ کا ایک بلب روشن کر دوں گا۔ جس کا مطلب یہ ہو گا کہ مارک کمرے میں موجود ہے اور طلب کیے جانے پر ہی کوئی دوسرا شخص کمرے میں داخل ہو سکے گا۔"

"تم یہ سب کیا جانو؟"

"یہاں پہلے بھی میرا قیام رہا ہے۔ آخر مسٹر مارک ایولن میرے باس بھی تو ہیں۔" وہ بائیں آنکھ دبا کر بولا۔

"تم... میں تمہیں اتنا بڑا فتنہ نہیں سمجھتی تھی۔"

"بس باتیں... ختم... میں جا رہا ہوں... وہ تدبیر کر دی ہے کہ آدھے گھنٹے سے پہلے ہوش میں نہیں آ سکے گا چپ چاپ بیٹھی رہنا۔ ہاتھ پیر باندھ دیے ہیں۔ ہوش میں آنے کے بعد بھی تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔"

لُوسی نے طویل سانس لے کر سر کو مصالحتی جنبش دی اور عمران نے کمرے سے نکل کر دروازہ بند کر دیا۔ سوئچ بورڈ پر سُرخ بلب پہلے ہی سے روشن تھا۔

اب اُسے جیمسن اور اُس مشین کی تلاش تھی، جو اُس پر آزمائی گئی تھی۔

جیمسن ایک کمرے میں بیٹھا مل گیا تھا۔ ایک مسلح آدمی کمرے کے دروازے پر کھڑا تھا۔ اور جیمسن کے ہاتھ پُشت پر بندھے ہوئے تھے اور چہرہ ویران ویران سا تھا۔

عمران نے اُس سے کہا کہ وہ جیمسن کو مارک کے پاس لے جائے گا۔ عمران کو وہ پہلے ہی مارک کے ساتھ دیکھ چکا تھا... لہٰذا اُس نے جیمسن کو اُس کے حوالے کر دیا۔

"کنفیوژر بھی چاہیے... میں ہی لے جاؤں گا۔"

"ناگرا انچارج ہے۔"

"تم جا کر اُس سے کہو... یہاں پہنچا دے۔"

مسلح آدمی انہیں وہیں چھوڑ کر چلا گیا اور تھوڑی دیر بعد اُس آدمی کے ساتھ واپس آیا، جو کچھ دیر پہلے جیمسن کے لیے مشین لایا تھا۔ مشین ساتھ تھی۔ عمران نے ٹرالی سنبھال لی اور جیمسن کو آگے آگے چلنے کا حکم دیا۔

کمرے کے سامنے پہنچ کر مُڑا۔ راہداری سنسان پڑی تھی۔ کوئی اُس کے پیچھے نہیں آیا تھا۔

جیمسن سمیت کمرے میں داخل ہُوا۔ مارک بدستور بے ہوش تھا۔ جیمسن نے اُسے آنکھیں پھاڑ کر دیکھا اور پھر عمران کی طرف دیکھنے لگا۔

"کیا تمہیں یاد ہے کہ تم نے اپنے جیمسن ہونے کا اعتراف کر لیا تھا؟" عمران نے اُس سے پوچھا۔

جیمسن کھانس کر بولا۔ "جناب عالی کتنی بار بتاؤں کہ میں مرزا بشارت اللہ بیگ ہوں۔"

"تم یہ بھی بتا چکے ہو کہ ظفر الملک فلیٹیز میں مقیم ہے۔"

"نن... نہیں!" جیمسن بوکھلا کر بولا۔

عمران اُسے لُوسی سے دُور لے جا کر آہستہ سے بولا۔ "یہ جاننا بے حد ضروری ہے کہ تمہیں یاد ہے کہ نہیں؟"

"تت... تم کون ہو؟"

"بقراط...!" عمران نے آواز بدلے بغیر کہا... اور جیمسن متحیرانہ انداز میں آنکھیں پھاڑ کر اُچھل پڑا... اور پھر اُس نے پاگلوں کے سے انداز میں ٹوئسٹ ناچنا شروع کر دیا تھا۔

"جان سے مار دُوں گا... ہوش میں آ جا!" عمران اس کی گردن پکڑ کر بولا۔

"یس سر... یس سر... جی نہیں مجھے قطعی یاد نہیں کہ میں نے اعتراف کیا ہو!"

"ٹھیک ہے... اب آؤ... مسٹر مارک کو فرش سے اُٹھانے میں میری مدد کرو۔"

دونوں نے اُسے صوفے پر بٹھا دیا اور پھر عمران ٹرالی پر رکھی ہوئی مشین کو اُس کے سامنے لا کر اندازہ کرنے لگا کہ روشنی کا دائرہ چہرے پر ہی پڑے گا یا نہیں۔ پلنگ کا

تار خاصا بڑا تھا۔ اس لیے اس جگہ سے بہ آسانی سوئچ بورڈ تک پہنچ گیا۔ مشین کو آپریٹ کرنے کا طریقہ اسی وقت ذہن نشین کر چکا تھا جب وہ جیمسن پر آزمائی گئی تھی۔

پہلا بٹن دبتے ہی جو روشنی خارج ہُوئی تھی اُس نے مارک ایولن کی آنکھیں کھول دی تھیں۔ دوسرا بٹن دبا تو اُس نے چیخنا شروع کر دیا۔

"تمہاری پارٹی کا سربراہ کون ہے؟" عمران نے بلند آواز میں سوال کیا۔

"ڈاکٹر ڈانکھم!"

"وہ کہاں روپوش ہے؟"

"میں نہیں جانتا۔"

"نیلا ہاتھ کہاں سے کنٹرول کیا جاتا ہے؟"

"فی الحال کوئی مخصوص جگہ نہیں ہے۔"

"کنٹرول کا دائرۂ عمل کیا ہے؟"

"ایک فرلانگ۔"

"کنٹرولنگ سسٹم بہ آسانی ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جا سکتا ہے؟"

"ہاں... بہت آسانی سے۔"

"اس وقت وہ کہاں ہے؟"

"میں نہیں جانتا۔"

"وہ کس کے چارج میں ہے؟"

"ڈاکٹر ڈانکھم کے۔"

"ایٹمی بجلی گھر میں تمہاری پارٹی کے کتنے آدمی موجود ہیں؟"

"تین...!"

عمران نے جیب سے ڈائری اور پینسل نکالی اور اُن کے نام اور پتے نوٹ کرنے کے لیے تیار ہو گیا۔

پھر مارک ایولن بولتا رہا تھا اور پینسل تیزی سے ڈائری کے صفحے پر چلتی رہی تھی۔

"تمہاری مقامی تنظیم میں کُل کتنے بڑے آدمی شامل ہیں؟"

"اٹھارہ..."

"اُن کے نام اور پتے بتاؤ... نمبر... ایک!"

اس کے بعد صرف مارک ہی کی آواز کمرے میں گونجتی رہی اور عمران لکھتا رہا تھا۔

آٹھ ہی آدمیوں کے نام اور پتے لکھے جا سکے تھے کہ مارک کی [illegible] جنبش بے معنی ہو کر رہ گئی۔

عمران نے فوری طور پر مشین کا سوئچ آف کر دیا اور مارک کے چہرے پر پڑنے والی تیز روشنی غائب ہو گئی۔

مارک کسی زخمی جانور کی طرح چیخے جا رہا تھا۔ وہ صرف چیخیں تھیں، الفاظ نہیں تھے پھر بتدریج آواز نحیف ہوتی چلی گئی اور بالآخر وہ پھر سے بے حس و حرکت ہو گیا تھا۔

"سب کچھ چوپٹ ہو گیا!" عمران جیمسن کی طرف دیکھ کر بولا۔

"کیا مطلب؟"

"اتنی دیر تک مسلسل اُس کے چہرے پر روشنی نہ ڈالنی چاہیے تھی۔"

"اب یہ سب کچھ ختم بھی کرو، ورنہ میرا ہارٹ فیل ہو جائے گا۔" لُوسی نے باقاعدہ طور پر روتے ہوئے کہا۔

عمران نے ڈائری جیب میں رکھی اور لُوسی سے بولا۔

"مجھے افسوس ہے کہ اب میں اس سے تمہارے لیے مبلغ پچاس ہزار وصول نہ کر سکوں گا۔"

"خدا کے لیے یہاں سے نکلو۔"

"ہاں... ہاں... یقیناً۔"

مارک ایولن کے ملازمین عمران پر اس کی خصوصی عنایات دیکھ چکے تھے اور انہیں علم تھا کہ وہ لُوسی سمیت کس کمرے میں موجود ہے۔ باہر سوئچ بورڈ پر سُرخ بلب کا مطلب یہ تھا کہ ملازمین خلل اندازی سے باز رہیں۔

عمران نے لُوسی کے ہاتھ بھی پُشت پر باندھے اور اُن دونوں کو کمرے سے نکال کر راہداری میں کھڑا کر دیا۔

اس سے پہلے وہ بے ہوش مارک ایولن کے ہاتھ پیر کھول چکا تھا اور اُسے اس طرح صوفے پر لٹا دیا تھا جیسے خود ہی لیٹ کر سو گیا ہو۔

مارک کے ملازمین دیکھتے ہی رہ گئے تھے اور وہ اُن دونوں کو ساتھ لیے باہر نکلا چلا آیا تھا۔

وہ گاڑی باہر موجود تھی، جو عمران کو مارک نے اُس کے استعمال کے لیے دی تھی۔ دونوں کو پچھلی سیٹ پر بٹھا کر عمران نے اسٹیئرنگ سنبھالا۔

کچھ دیر بعد وہ پکسیز میں تھے۔ عمران نے ظفر کو تلاش کر کے جیمسن کو اُس کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔ "بس اب چلتے پھرتے نظر آؤ۔ یہاں تمہاری موجودگی ضروری نہیں ہے۔"

"مم... مگر جائیں کہاں؟ شہر میں کیپٹن فیاض...!" ظفر جملہ پورا نہ کر سکا کیونکہ عمران نے اُس کا شانہ تھپک کر کہا۔

"سب ٹھیک ہو جائے گا۔ میری واپسی تک سائیکو مینشن میں قیام کرنا۔ باہر نکلنے کی ضرورت نہیں۔"

"لیکن اتنی رات گئے جاؤ گے کیسے؟"

"اچھا تو پھر ہوٹل کے کمرے سے باہر نہ نکلنا۔"

ظفر، جیمسن کو اپنے ساتھ لیتا چلا گیا۔ عمران اپنے کمرے میں واپس آیا۔ لوسی اس کی منتظر تھی۔

"اب کیا ہوگا ڈمپ؟" وہ کانپتی ہوئی آواز میں بولی۔ "تم پتا نہیں کیا کرتے پھر رہے ہو؟"

"کچھ بھی تو نہیں ہوا۔ الشم ہی کا پتا نہ معلوم ہو سکا۔"

"تم نے کچھ اور لوگوں کے نام اور پتے بھی تو لکھے تھے۔"

"گیارہ آدمیوں کے۔ کل اٹھارہ ہیں، جن میں الشم اور مارک بھی شامل ہیں۔ مارک ضائع ہو گیا۔ الشم کا پتا نہیں۔ لہٰذا اس سمیت چھ آدمی پھر بھی باقی رہیں گے۔"

"م... مارک... ضائع کیوں ہو گیا؟"

"بس غلطی ہو گئی... اس روشنی کا استعمال اگر مسلسل اور طویل ہو جائے تو آدمی ہمیشہ کے لیے ذہنی توازن ہی کھو بیٹھتا ہے۔ بہرحال تھوڑی دیر بعد اس کی تصدیق کروں گا۔"

"اب مارک کے آدمی ہماری تلاش اور شدت سے شروع کر دیں گے۔" لوسی نے کہا۔

"فکر نہ کرو۔"

"اور دوسری طرف پولیس ہے۔" لوسی ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔

"پولیس کے فرشتوں کو علم نہیں کہ تم ڈمپ کے ساتھ تھیں۔"

"کیا مطلب؟"

"میں نے ہوائی چھوڑی تھی محض اس لیے کہ چپ چاپ میری اسکیموں کو عملی جامہ پہناتی رہو۔ اوّل درجے کا.... بدمعاش ہوں۔"

"نہیں تم بدمعاش نہیں ہو۔ ہرگز نہیں۔"

"دیکھو نا... تمہیں دھوکے میں رکھا۔"

"مجھے اس کی ذرہ برابر بھی پروا نہیں کیونکہ تمہیں بدمعاشوں کی تلاش تھی۔"

"شکریہ! میں نہیں سمجھتا تھا کہ بات اتنی جلدی تمہاری سمجھ میں آ جائے گی۔ بہرحال تمہیں صرف اتنے ہی دنوں تک چھپا رہنا پڑے گا، جب تک الشم اپنے پورے گروہ سمیت ہاتھ نہیں آ جاتا۔ اس کے بعد تم قطعی آزاد ہو گی۔ کوئی تمہاری طرف آنکھ بھی نہ اٹھا سکے گا۔"

"میں تمہاری شکر گزار ہوں... سوچتی ہوں کہ عمران خود کیا چیز ہوگا، جب کہ اس کے معمولی کارکن ایسے ہیں۔"

"سوچتی رہو!" عمران اٹھتا ہوا بولا۔ اب وہ مارک ایولن کی خیریت معلوم کرنا چاہتا تھا لیکن صبح تک اس کے بارے میں کچھ نہ معلوم ہو سکا۔ دوسرے دن آٹھ بجے تک پورے جزیرے میں یہ خبر مشہور ہو گئی کہ مارک یکایک پاگل ہو گیا ہے۔ اس نے اپنے ملازم کو جان سے مار دینے کی کوشش کی تھی لیکن بالآخر اسے قابو کر کے بند کر دیا گیا ہے۔ بتانے والے نے عمران کو بتایا کہ وہ بس چیختا رہتا ہے۔ زبان سے الفاظ ادا نہیں کر پاتا۔

دوپہر تک وہ شہر پہنچ گئے اور ان گیارہ آدمیوں کی نگرانی شروع کرا دی، جن کی فہرست مارک کے اعتراف کے مطابق تیار کی گئی تھی۔ عمران نہیں چاہتا تھا کہ الشم پر ہاتھ ڈالنے سے پہلے انہیں گرفتار کیا جائے۔ ویسے مارک کے پاگل ہو جانے کے بعد ان کے خلاف کوئی واضح ثبوت پیش نہیں کیا جا سکتا تھا۔ مارک ہی ان کے جرائم کا شاہد تھا۔

عصرِ حاضر کی الف لیلیٰ
اردو زبان کی طویل ترین کہانی
ایک ایسے انسان کی داستان جو سوچ کی انگلیوں سے دوسروں کے دماغ کو ٹٹولتا ہے اور لوگوں کو اپنی سوچ کے اشاروں پر چلاتا ہے
ٹیلی پیتھی کے ماہر فرہاد علی تیمور کی داستانِ حیات
جو پچھلے [illegible] برسوں سے پاکستانی سسپنس ڈائجسٹ میں شائع ہو رہی ہے
دیوتا
جس کی دلچسپ داستان سطر سطر بڑھ رہی ہے
● راوی: فرہاد علی تیمور ● زورِ قلم: محی الدین نواب
[illegible] 8000 صفحات [illegible]
[illegible] 32000 صفحات [illegible]
[illegible]
کتاب والا [illegible]

سائیکو مینشن میں پہنچنے کے بعد عمران اپنی اصلی شکل میں نظر آنے لگا تھا۔ لوسی بار بار اسے حیرت سے دیکھتی... اوّل درجے کا احمق اور بے ضرر آدمی معلوم ہوتا تھا۔

"تمہاری اصل شکل دیکھ کر سب کچھ خواب معلوم ہوتا ہے۔" لوسی نے اس سے کہا۔

"مجھے تو اپنی شکل ہی خواب معلوم ہوتی ہے۔"

اس کے بعد وہ لوسی کے پاس نہیں ٹھہرا تھا۔

جولیانا فٹنر واٹر تاک ہی میں تھی کہ وہ ٹلے تو لوسی سے مل بیٹھے۔

"تم سب لوگ بہت اچھے ہو۔ میں بے حد شکر گزار ہوں۔" لوسی نے اس سے کہا۔ "لیکن میں نے ابھی تک اس شخص کو نہیں دیکھا، جس کی وجہ سے ان حالات کا شکار ہوئی۔"

"اوہو... ابھی کون تھا تمہارے پاس؟"

"وہ تو ڈمپ تھا!"

"اور پھر عمران کس جانور کو کہتے ہیں؟"

"نہیں...!" لوسی بوکھلا کر کھڑی ہو گئی۔

جولیا ہنس پڑی۔ پھر سنجیدگی اختیار کر کے بولی۔ "وہ اسی طرح لوگوں کو بے وقوف بنا کر کام نکالتا ہے۔"

"لیکن وہ بُرا آدمی تو نہیں۔" لوسی جھنجھلا کر بولی۔

"آدمی ہو تو بُرا بھی ہو سکتا ہے۔ میں تو اس کو سرے سے آدمی ہی نہیں سمجھتی۔"

"اس سے زیادہ گریٹ آدمی آج تک میری نظر سے نہیں گزرا۔"

"بہت بدحواس معلوم ہوتی ہو۔"

"شکریہ!" لوسی بُرا سا منہ بنا کر بولی۔ "میں آرام کرنا چاہتی ہوں۔"

"اب آرام کہاں تمہارے مقدر میں!" جولیا نے کہا اور ہنستی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔ لوسی کی آنکھوں میں الجھن کے آثار تھے۔

دوسری طرف عمران نے صفدر اور نعمانی کو دوبارہ جزیرہ موبار روانہ کر دیا۔ مقصد یہ تھا کہ مارک ایولن پر نظر رکھی جائے۔ اب یہ دیکھنا تھا کہ ایسے حالات میں اس کی خبر گیری کون کرتا ہے۔ فی الحال ڈاکٹر الشم تک پہنچنے کے لیے اس کے علاوہ کوئی صورت نہیں تھی کہ اس کے روشنی میں آ جانے والے ساتھیوں پر کڑی نظر رکھی جائے۔ ویسے مارک کے اعتراف کے بعد یہ بات واضح ہو گئی تھی کہ الشم فی الحال کسی پر بھی اعتماد نہیں کر رہا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو کم از کم مارک ایولن اس کے ٹھکانے سے ضرور واقف ہوتا۔

شہر میں پہنچ کر عمران کو یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ پچھلی رات دستِ قضا نے مسز گوہن کے ایک ساتھی کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اب ڈاکٹر داور تک پہنچنا بھی بے حد ضروری تھا۔ وہاں پہنچا تو ڈاکٹر داور تک رسائی ناممکن ہو گئی کیونکہ حکومت کے بعض ذمے دار اس وقت ڈاکٹر کے پاس موجود تھے۔ عمران اسی میک اپ میں تھا جس میں پچھلی دو بار ڈاکٹر داور سے مل چکا تھا۔ انتظار گاہ میں قریباً دو گھنٹے بیٹھنا پڑا۔ اس کے بعد ڈاکٹر داور سے ملاقات ہو سکی۔ وہ عمران کو دیکھ کر تلخ لہجے میں بولے۔ "تم نے جس حربے کا ذکر کیا تھا اب تک نہیں پہنچا ہے؟"

"میں نے کسی دوسرے سے بھجوانا مناسب نہیں سمجھا تھا۔" عمران بولا۔ "وہ اس وقت میرے پاس موجود ہے۔ اگر یہاں کوئی ایسی چیز موجود ہو، جس کے ضائع ہو جانے سے آپ کا کوئی نقصان نہ ہو تو میں اس کا مظاہرہ خود ہی کر دوں گا۔"

ڈاکٹر داور اسے عمارت کے اس حصے میں لائے جہاں بڑی بڑی مشینوں کے کچھ بیکار فولادی ڈھانچے پڑے ہوئے تھے۔ "یہ سب ضائع کر دینے کے لیے ہے۔" ڈاکٹر داور نے کہا۔

عمران نے جیب سے ایک چھوٹا سا چمک دار پستول... نکالا تھا اور ایک ڈھانچے کا نشانہ لے کر ٹریگر دبا دیا۔ بادل کی سی ہلکی گرج پیدا ہوئی اور ڈھانچا نظروں سے غائب ہو گیا۔

"یہ کیا ہے؟" ڈاکٹر داور سراپا حیرت بن گئے تھے۔

"گڈ کونڈکٹر آف ہیٹ قسم کی اشیاء کو اسی طرح ضائع کرتا ہے۔ البتہ لکڑی یا دوسری نان کونڈکٹر چیزیں صرف دو ٹکڑوں میں تقسیم ہو جائیں گی۔ بس آپ کو اتنا انتظام کرنا پڑے گا کہ اس کا ٹریگر دب جائے۔"

ڈاکٹر داور عمران کو اس طرح دیکھے جا رہے تھے، جیسے وہ کسی دوسرے سیارے کی مخلوق ہو۔